احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

ستمبر 2021ء

شہادتِ امام حسین علیہ السلام سے متعلق کج فکری کا ازالہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا ایمان افروز علمی و فکری خطاب

امامِ حسین علیہ السلام کلامِ اقبال کے تناظر میں

علم و عمل کی فضیلت اور کشف المحجوب

معاملاتِ حیات میں نظم و ضبط کا اہتمام تعلیماتِ مصطفی ﷺ کی روشنی میں

کیا ماہِ صفر مصائب و ابتلاء کا مہینہ ہے؟ اشکالات کا ازالہ

صحت مند معاشرے کی تشکیل میں تربیت کا کردار

منہاج کالج برائے خواتین

زیرِ سرپرستی: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

زیرِ نگرانی: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری پی ایچ ڈی (مصر)

پرنسپل: ڈاکٹر ثمر فاطمہ پی ایچ ڈی (انگلینڈ)

لاہور بورڈ امتحانات میں نمایاں پوزیشنز

نمایاں خصوصیات

- اعلیٰ تعلیم یافتہ و تجربہ کار فیکلٹی
- ریسرچ کے لئے وسیع لائبریری
- ہاسٹل کی بہترین سہولت
- جدید سہولیات سے آراستہ کمپیوٹر لیب

- سرکاری اداروں میں تعیناتی بذریعہ پبلک سروس کمیشن
- NTS امتحانات میں ملک بھر میں نمایاں پوزیشنز
- پی ایچ ڈی سکالرز کی زیرِ نگرانی تعلیم و تربیت

داخلہ جاری ھے

علومِ شریعہ کے ساتھ ساتھ علومِ عصریہ کی منفرد آفر

علوم عصریہ

انٹرمیڈیٹ پروگرامز

ایف اے	دورانیہ 2 سال
آئی سی ایس	دورانیہ 2 سال
آئی کام	دورانیہ 2 سال

ADP پروگرامز

ایسوسی ایٹ ڈگری پروگرامز	دورانیہ 2 سال

بی ایس پروگرامز

بی ایس اسلامک سٹڈیز	دورانیہ 4 سال
بی ایس انگلش	دورانیہ 4 سال
بی ایس ایجوکیشن	دورانیہ 4 سال

علوم شریعہ

شریعہ پروگرامز

الشہادۃ الثانویۃ	دورانیہ 2 سال
الشہادۃ العالیۃ	دورانیہ 3 سال
الشہادۃ العالمیۃ	دورانیہ 2 سال

ایم فل پروگرامز

ایم فل اسلامک سٹڈیز	دورانیہ 2 سال

شارٹ کورسز

☆ عرفان القرآن کورس
☆ نعت، خطاب، قرأت، فقہ، عقائد، سیرت، تجوید
☆ انگلش اور عربی لینگویج کورس

کلاسز کا آغاز

انٹرمیڈیٹ / الشہادۃ الثانویہ
07 ستمبر 2021

ADP/بی ایس پروگرامز/الشہادۃ العالیہ
01 اکتوبر 2021

ایم فل اسلامک سٹڈیز
18 ستمبر 2021

سکالرشپ

☆ بورڈ میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے پر فری تعلیم
☆ بورڈ میں 95% سے زائد نمبر حاصل کرنے پر فل ٹیوشن فیس میں رعایت
☆ بورڈ میں 85% تا 94% نمبروں پر 75% ٹیوشن فیس میں رعایت
☆ بورڈ میں 80% تا 84% نمبروں پر 50% ٹیوشن فیس میں رعایت

☆ شریعہ میں اول پوزیشن پر 5000 روپے ماہانہ خورشید بیگم سکالرشپ
☆ شریعہ میں دوئم پوزیشن پر 3000 روپے ماہانہ خورشید بیگم سکالرشپ
☆ شریعہ میں سوئم پوزیشن پر 2000 روپے ماہانہ خورشید بیگم سکالرشپ

برائے رابطہ: منہاج کالج برائے خواتین، نزد ہمدرد چوک ٹاؤن شپ لاہور

www.minhaj.edu.pk/mcw Email:mcw@minhaj.edu.pk, unimcw@gmail.com
Tel:04235116784-5,04235111013,0300-4160881

بفیضان نظر

قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ

زیر نگرانی

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیرالاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 35 شمارہ: 9 / صفر ۱۴۴۳ھ / ستمبر 2021ء

حسن ترتیب

اداریہ: منہاج یونیورسٹی لاہور کا یوم تاسیس	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے تناظر میں کج فکری کا ازالہ	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
الفقہ: کیا ماہِ صفر مصائب وابتلاء کا مہینہ ہے	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	11
نظم وضبط مددِ الٰہی کا ذریعہ	ڈاکٹر حافظ محمد سعداللہ	14
امام حسین علیہ السلام کلام اقبال کی روشنی میں	علی وقار قادری	19
علم وعمل کی فضیلت کشف المحجوب کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی	25
صحت مند معاشرے کی تشکیل میں تربیت کا کردار	محمد الیاس اعظمی	29
شیخ الاسلام کا علمی اور روحانی مقام	محمد شفقت اللہ قادری	33
کلماتِ حکمت	شیخ الاسلام کی کتاب سے اقتباس	38

چیف ایڈیٹر: نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر: محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر: محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ

محمد رفیق نجم، محمد فاروق رانا

عین الحق بغدادی

مجلس مشاورت

خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم

جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان

منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، محمد شفقت اللہ قادری

ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم — گرافکس: عبدالسلام

خطاطی: محمد اکرم قادری — عکاسی: قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریوں کیلئے منظور شدہ

www.minhaj.info

www.facebook.com/minhajulquran

email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)

minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)

smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے — سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور UAN:042-111-140-140 Ext:128

حمد باری تعالیٰ

کیے ہیں تیری ہی رحمت پہ تکیہ ہم ترے بندے
غریب و بے نوا و بے سہارا ہم ترے بندے

ہمیں بھی حمد کی دولت سے مالا مال فرما دے
جمالِ فکر سے خالی ہیں مولا ہم ترے بندے

اگر تو ہی نہ ہم سے بے کسوں کا ہاتھ تھامے گا
پھریں گے در بدر یونہی خدایا! ہم ترے بندے

ہماری فکر کو اسلوبِ نو ایسا عطا کر دے
مزا آجائے تحمید و ثناء کا، ہم ترے بندے

بُرے ہیں، ہم بُرے ہیں، مانتے ہیں، ہم نہیں اچھے
ہمیں کردے کرم سے اپنے اچھا، ہم ترے بندے

بڑا شاطر ہے یہ ہر گام پر کرتا ہے وار اپنا
ہمیں ابلیس کے شر سے بچانا، ہم ترے بندے

ندامت سے جھکائے سر کفِ افسوس مَلتے ہیں
تو ہم پر رحم کر بارِ الہٰا، ہم ترے بندے

ہم آصفؔ ہیں ترے محبوب کی امت سے ’’اِرحمنا‘‘
کہیں دنیا میں ہوجائیں نہ رسوا، ہم ترے بندے

﴿پیر آصف بشیر چشتی﴾

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مدحت سرا حضورؐ کا معبودِ کائنات
نازاں ہے اُن کے حسن پہ مسجودِ کائنات

توصیفِ مصطفیٰؐ سے ہیں یوں شاد جان و دل
پایا ہو جیسے جلوۂ محمودِ کائنات

تخلیقِ کائنات ہوئی جن کے نور سے
ہے معجزہ کے وہ بھی ہیں موجودِ کائنات

کعبہ بھی سرنگوں ہوا آمد پہ آپؐ کی
پایا جو اُس نے گوہرِ مشہودِ کائنات

جن کے قدم کی خاک بھی صد رشکِ آسماں
’’وہ شاہکارِ حُسن وہ مقصودِ کائنات‘‘

منظور ہے بفیضِ نبیؐ سب کی بہتری
منشورِ دینِ حق ہے جو بہبودِ کائنات

مامور اکتسابِ فیوضِ نبیؐ پہ ہے
ارشدؔ! حدودِ دہر میں ہر جودِ کائنات

﴿حکیم ارشد محمود ارشد﴾

اداریہ

منہاج یونیورسٹی لاہور کا یوم تاسیس

تحریک منہاج القرآن کے بانی و سرپرست شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے منہاج یونیورسٹی لاہور کے یوم تاسیس پر اپنے مبارکبادی پیغام میں کہا ہے کہ الحمدللہ منہاج یونیورسٹی لاہور اس وقت بامقصد تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کی فراہمی کا ایک باوقار اعلیٰ تعلیمی ادارہ بن چکی ہے اور منہاج یونیورسٹی لاہور نے اپنے قیام کے مختصر عرصہ میں کوالٹی ایجوکیشن کے تمام تقاضوں کو پورا کیا ہے اور پڑھے لکھے پاکستان کی قومی جدوجہد میں پوری آب و تاب کے ساتھ شریک ہے۔ انہوں نے کہا کہ کوالٹی ایجوکیشن کی فراہمی میں پیش پیش بورڈ آف گورنرز کے ممبران، لیکچررز، پروفیسرز، ایچ او ڈیز اور جملہ سٹاف ممبران مبارکباد کے مستحق ہیں۔

''منہاج یونیورسٹی لاہور'' کا سنگ بنیاد مورخہ 18 ستمبر 1986ء کو رکھا گیا۔ ہائر ایجوکیشن کمیشن آف پاکستان کی جانب سے تسلیم شدہ ''W3 کیٹیگری'' کی حامل منہاج یونیورسٹی حکومت پنجاب کی جانب سے ایک چارٹرڈ شدہ اعلیٰ تعلیمی ادارہ ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری منہاج یونیورسٹی کے چیئرمین بورڈ آف گورنرز ہیں جبکہ بین الاقوامی شہرت یافتہ سکالر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری منہاج یونیورسٹی کے ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز ہیں۔ منہاج یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر ساجد محمود شہزاد ایک بہترین منتظم کے طور پر اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ منہاج یونیورسٹی لاہور اپنے قیام سے لے کر آج تک اپنے منفرد و موثر نظام تعلیم و تربیت، اعلیٰ کارکردگی اور امتیازی نظم و نسق کی بدولت نہ صرف مسلم دنیا بلکہ مغربی دنیا میں بھی ایک بہترین تعلیمی ادارے کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ منہاج یونیورسٹی بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب طلبہ کو تعلیم کے مساوی مواقع فراہم کرنے کے لئے کوشاں ہے۔ پاکستان کے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ منہاج یونیورسٹی پاکستان کی واحد یونیورسٹی ہے جس کو 2018ء میں بین الاقوامی تنظیم کی جانب سے بہترین (3 جی ایوارڈ) کے لئے منتخب کیا گیا۔ علاوہ ازیں اسلامک بنکنگ اینڈ فنانس کے شعبے کی ترویج اور اس شعبے میں نمایاں کارکردگی پر منہاج یونیورسٹی لاہور کے شعبہ اسلامک اکنامکس بزنس اینڈ فنانس کی کارکردگی کو بین الاقوامی سطح پر سراہا گیا اور اس ضمن میں کیپ ٹاؤن افریقہ میں منعقدہ ایک انتہائی پروقار عالمی تقریب میں ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کو ''International award GIFA'' سے بھی نوازا گیا۔

منہاج یونیورسٹی میں 10 فیکلٹیز ہیں جن میں 32 سے زائد تعلیمی شعبہ جات ہیں۔ ان میں: فیکلٹی آف انجینئرنگ، فیکلٹی آف الائیڈ ہیلتھ سائنسز، فیکلٹی آف کمپیوٹر سائنسز اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، فیکلٹی آف اکنامکس اینڈ مینجمنٹ سائنسز، فیکلٹی آف بیسک سائنسز، میتھ (ریاضی) اینڈ سٹیٹ (شماریات)، فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ ہیومینٹیز (Humanities)، فیکلٹی آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز، فیکلٹی آف لینگوئجز (لسانیات)، فیکلٹی آف لاء اور فیکلٹی آف اپلائیڈ سائنسز شامل ہیں۔ فیکلٹی آف آرٹ، ڈیزائننگ اینڈ آرکیٹیکچر تکمیل کے آخری مراحل میں ہے۔ علاوہ ازیں منہاج یونیورسٹی میں طلبہ کو مندرجہ ذیل تعلیمی شعبہ جات میں ''پی ایچ ڈی'' کروائی جا رہی ہے۔ ان شعبہ جات میں لائبریری اینڈ انفارمیشن سائنسز، اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس، انٹرنیشنل ریلیشنز، پولیٹیکل سائنس، اکنامکس، ریاضی، ایجوکیشن، اردو، عربی اور اسلامک سٹڈیز شامل ہیں۔ عالمی سطح پر احترام ادیان اور بین المذاہب ہم آہنگی کے فروغ کے لیے منہاج یونیورسٹی میں ''ریلجین اینڈ فلاسفی'' کے شعبے کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس میں مختلف مذاہب سے

وابستہ طلبہ پوسٹ گریجویٹ اور ایم فل کی سطح پر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ واضح رہے کہ نجی تعلیمی سیکٹر میں صرف منہاج یونیورسٹی میں ہی اس شعبے کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جہاں عالمی سطح پر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے طلبہ نہ صرف اپنے مذہب بلکہ دوسرے مذاہب پر بھی ریسرچ کر رہے ہیں۔

منہاج یونیورسٹی لاہور کے لیے ایک اور بڑا اعزاز یہ بھی ہے کہ یونیورسٹی ہذا میں بحری امور پر تحقیق کے لیے ’’سنٹر آف ریسرچ اینڈ انوویشن ان میری ٹائم افیئرز‘‘ (CRIMA) بھی قائم کر دیا گیا۔ سنٹر کے قیام کا مقصد طلبہ کو بحری امور پر تحقیق کے لیے ایک بہترین پلیٹ فارم مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ سمندری شعبہ میں بہتری کے لیے حکومت کو پالیسی نقطہ نظر فراہم کرنا ہے۔

اس کے علاوہ انٹرنیشنل سنٹر آف ریسرچ ان اسلامک اکنامکس، انٹرنیشنل سنٹر آف ایکسلنس (ICE)، فرید ملت ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور پیس اینڈ کاؤنٹر ٹیررازم سٹڈیز اور ڈیپارٹمنٹ آف فوڈ اینڈ نیوٹریشن میں بھی طلبہ کی کثیر تعداد زیر تعلیم ہے۔

منہاج یونیورسٹی لاہور میں تقریباً 16 ہزار سے زائد طلبہ زیر تعلیم ہیں جن کے لئے بہترین کوالیفائڈ اساتذہ، جدید سہولیات سے آراستہ فرنشڈ کلاس رومز، سٹیٹ آف دی آرٹ روبوٹک لائبریری اینڈ ریسورس سنٹر کے علاوہ ہر تعلیمی شعبے کے لئے الگ ڈیجیٹل ریسرچ لائبریری، ریسرچ کے لئے وسیع تجربہ گاہیں اور ہوسٹل کی بہترین سہولیات موجود ہیں۔ طلبہ پر تعلیمی اخراجات کا بوجھ کم کرنے کے لئے یونیورسٹی انتظامیہ کی جانب سے بڑی تعداد میں میرٹ سکالرشپس کا اجراء کیا جاتا ہے اور تمام ڈگری پروگرامز کی فیسیں دوسرے تعلیمی اداروں سے انتہائی کم رکھی گئی ہیں۔

نجی تعلیمی سیکٹر میں منہاج یونیورسٹی کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ سال 2017ء، 2018ء اور 2019ء میں ورلڈ اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس کانفرنسز‘‘ کا انعقاد کیا گیا جن میں پاکستان سمیت عالمی اقتصادی ماہرین اور سکالرز نے شرکت کی جبکہ سال 2020ء میں ورلڈ اسلامک اکنامکس اینڈ فنانس کانفرنس (ورچوئل) کا انعقاد کیا گیا جن میں ملکی اور بین الاقوامی محققین اور سکالرز نے اپنے تحقیقی مقالے پیش کئے۔ کانفرنسز میں بہترین مقالہ جات پیش کرنے والے طلبہ اور سکالرز کو ایوارڈز سے بھی نوازا گیا۔

اپریل 2021ء میں اردو زبان کی ترویج و ترقی کے لیے منہاج یونیورسٹی لاہور کے زیر اہتمام ’’قومی زبان و ادب (ورچوئل) کانفرنس‘‘ کا انعقاد کیا گیا۔ ڈپٹی چیئرمین بورڈ آف گورنرز منہاج یونیورسٹی لاہور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی زیر سرپرستی منعقد ہونے والی اس کانفرنس میں پاکستان کے نامور ریسرچ اسکالرز، ماہر لسانیات اور محققین نے اپنے مقالے پیش کیے۔ کانفرنس کا عنوان ’’زبان و ادب، قومی اور علاقائی عصری تناظر‘‘ تھا۔

منہاج یونیورسٹی لاہور کے بورڈ آف گورنرز کے ڈپٹی چیئرمین ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے یوم تاسیس کے موقع پر اپنے پیغام میں کہا کہ منہاج یونیورسٹی ایک مشن کا نام ہے۔ ہمارا مشن ہے کہ ان پسماندہ خاندانوں کے بچوں اور بچیوں کو اعلیٰ تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے جو نامساعد مالی حالات کے باعث اعلیٰ تعلیم حاصل نہیں کر پاتے۔ انہوں نے کہا کہ کورونا وائرس کی وبا کے دوران ہر ادارہ معاشی دباؤ کا شکار ہوا مگر منہاج یونیورسٹی لاہور نے تمام معاشی دباؤ کے باوجود فیسوں میں رعایت دی تاکہ والدین بلاتعطل اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے خواب کو پورا کر سکیں۔ ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے یوم تاسیس کے موقع پر منہاج یونیورسٹی کی جملہ فیکلٹیز اور سٹاف ممبران کو ان کی مثالی کارکردگی پر مبارکباد دی۔ (چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے تناظر میں کج فکری کا ازالہ

آپ ﷺ نے فرمایا ”جس نے حسن و حسین سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا“

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا ایمان افروز علمی و فکری خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین ....معاون: محبوب حسین

گزشتہ سے پیوستہ

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے جو مختلف اشکالات پیدا کیے جا رہے ہیں اُن میں سے ایک اشکال یہ ہے کہ یہ ایک نفسِ انسانی کے قتل کا مسئلہ ہے اور چونکہ قتل کا عمل حرام ہے، اس لیے اسے کفر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یعنی امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہو جاتا، اس لیے کہ انسانی نفس کا قتل حرام فعل ضرور ہے مگر یہ باعثِ کفر نہیں ہے۔ یہ علت قائم کرکے درحقیقت یزید اور اس کے حواریوں کو تحفظ دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے ساتھ کربلا میں روا رکھے گئے سلوک سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ یہ مسئلہ نفسِ انسانی کے قتل کا نہیں کہ محض حرام قرار دیا جائے بلکہ مسئلہ رسول اللہ ﷺ کی اذیت کا ہے کہ کس طرح سے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی گئی۔ جب قرآن مجید کی آیات سے یہ امر ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے والا، اذیت پہنچانے کے فعل کے ارتکاب کی وجہ سے براہِ راست کافر ہو جاتا ہے تو اب یزید کے لیے توبہ کے احتمال اور امکانات ڈھونڈنا، فعلِ حرام اور فعلِ کفر کے فرق کو ڈھونڈنا، مختلف موشگافیوں کو ڈھونڈنا، اس کے لیے ہمدردی ڈھونڈنا اور اسے تحفظ فراہم کرنا سمجھ سے بالا تر ہے۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے اس مذکورہ عقیدے کی قرآن و حدیث کے دلائل کی روشنی میں جو وضاحت فرمائی ہے، اس کا پہلا حصہ ماہنامہ منہاج القرآن ماہِ اگست 2021ء کے شمارہ میں شائع ہوچکا ہے۔ شیخ الاسلام کے اس علمی و فکری خصوصی خطاب کا آخری حصہ نذرِ قارئین ہے:

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کو ایک عام نفسِ انسانی کا قتل قرار دینے والے لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اتنے بے وفا ہوگئے کہ انھیں حضور نبی اکرم ﷺ کے وہ تمام فرمودات بھول گئے ہیں جو حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی عترت پاک اور حسنین کریمین علیہما السلام کے لیے فرمائے تھے۔

(۷) مقامِ حسنین کریمین علیہما السلام بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

ا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: حُسَيْنٌ مِنِّي وَأَنَا مِنْ حُسَيْنٍ، أَحَبَّ اللهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا. (جامع ترمذی، ابواب المناقب)

”حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، جو حسین کو محبوب رکھتا ہے اللہ اسے محبوب رکھتا ہے۔“

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي. (ابن ماجه، باب في فضائل اصحاب رسول الله ﷺ، رقم: ۱۴۳)

”جس نے حسن و حسین سے محبت کی، اُس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔“

☆ (خطاب: Gc-80) (بمقام: مرکزی سیکرٹری) (29 اگست 2020ء)

پس شہادتِ امام حسینؑ کو نفسِ انسانی کے قتل کے تناظر میں نہیں دیکھا جائے گا بلکہ اسے حضور ﷺ کے اس فرمان کے تناظر میں دیکھا جائے گا کہ جو حسین علیہ السلام سے بغض رکھتا ہے، وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے، جو حسین علیہ السلام کو اذیت دیتا ہے، وہ مجھے اذیت دیتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح کا حکم ہے جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ . (النساء، ۴: ۸۰)

''جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔''

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے حسن اور حسین علیہما السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

مَنْ أَحَبَّنِي وَأَحَبَّ هَذَيْنِ، وَأَبَاهُمَا وَأُمَّهُمَا كَانَ مَعِي فِي دَرَجَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

''جس نے مجھ سے اور ان دونوں سے محبت کی اور ان کے والدین سے محبت کی، وہ قیامت کے دن میرے درجے میں میرے ساتھ ہوگا۔ (یعنی وہ میرے خادموں کی طرح میرے درجے میں ٹھہرایا جائے گا)۔'' (جامع ترمذی، ابواب المناقب، رقم:۳۷۳۳)

۴۔حضرت اسامہ بن زید سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

اللَّهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا، وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا.

(جامع ترمذی، ابواب المناقب، رقم: ۳۷۶۹)

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر اور ان دونوں سے محبت کرنے والے سے بھی محبت کر۔''

رسول اللہ ﷺ تو قدم قدم پر خیال کرتے کہ میرے حسینؑ کا دل نہ ٹوٹے۔ پھر بھی ہم شہادت امام حسین علیہ السلام کو نفسِ انسانی کے قتل کے شرعی حکم میں تولنے لگیں تو یہ حق نہ ہوگا۔ جب آپ ﷺ مدینہ کی گلیوں میں حسنین کریمین علیہما السلام کو کندھوں پر اٹھا کر نکل آتے اور فرماتے کہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے، وہ ان سے محبت کرے تو اس فرمان کے ذریعے ایک خاص پیغام امت کو دے رہے تھے۔ یاد رہے کہ حضور ﷺ کی حسنین کریمین علیہما السلام کے ساتھ محبت ایک عام فطری محبت نہ تھی جو محض ایک دادا کو پوتے پوتیوں سے یا نانا کو نواسے نواسیوں سے ہوتی ہے بلکہ اس سے بہت بلند ایک ایسی محبت تھی، جس کی ایک شرعی حیثیت تھی۔ اس محبت کی حیثیت ایمان کے درجے میں تھی اور اس کے ذریعے آپ ﷺ پوری امت کو یہ پیغام دینا چاہتے تھے کہ ان سے محبت کرنا فقط یہ نہیں ہے کہ یہ میرے نواسے نواسیاں ہیں بلکہ یاد رکھو کہ ان سے محبت کرنا، مجھ سے محبت کرنا ہے۔ اب جو مجھ سے محبت کرے، وہ ان سے محبت کرے اور ان کے لطیف احساسات اور جذبات کا بھی خیال رکھے کہ اس کے کسی قول وفعل سے کہیں ان کا دل ٹوٹ نہ جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ کے مذکورہ فرامین سے جب واضح ہوگیا کہ جو حسنین کریمین علیہما السلام سے بغض رکھے یا انھیں کوئی اذیت پہنچائے تو اس نے حضور ﷺ سے بغض رکھا اور حضور ﷺ کو اذیت پہنچائی اور جس نے حضور ﷺ سے بغض رکھا اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچائی تو اس نے اللہ سے بغض رکھا اور اللہ کو اذیت پہنچائی۔ تو بتایئے! جو کچھ واقعہ کربلا میں ہوا کیا وہ بغض وعداوت سے ہٹ کر ہے۔۔۔؟ کیا امام حسین علیہ السلام کے ساتھ عداوت نہیں کی گئی۔۔۔؟ کیا رسول اللہ ﷺ کے خلاف عداوت نہیں کی گئی۔۔۔؟ کیا عترتِ رسول ﷺ اور حرمتِ رسول ﷺ کے خلاف عداوت نہیں کی گئی؟ کیا حضور ﷺ کی روح پاک کو نہیں تڑپایا گیا۔۔۔؟ کیا سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا، امام حسن علیہ السلام اور مولا علی علیہ السلام کی روح کو نہیں تڑپایا گیا۔۔۔؟ ذرا سوچیے! میدانِ کربلا میں اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا گیا۔

افسوس! جن لوگوں سے رسول اللہ ﷺ کا بغض ثابت ہوجائے، ان کے ایمان کے امکانات اور توبہ کے احتمالات سوچتے ہو اور فقہی موشگافیاں نکالتے ہو۔ جو رسول اللہ ﷺ سے بغض رکھتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے ناپسندیدگی اور نفرت کا اظہار فرمایا ہے اور جس سے حضور ﷺ ناراض ہوجائیں، اس سے اللہ ناراض ہوجاتا ہے اور جس سے اللہ ناراض ہوجائے تو اسے جہنم کے دائمی عذاب میں داخل کردیتا ہے۔

کیا واقعہ کربلا محض ایک تاریخی واقعہ ہے؟

شہادتِ امام حسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا کے حوالے سے یہ شبہ بھی وارد کیا جاتا ہے کہ واقعاتِ کربلا اور اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی اہانت اور بے حرمتی کے واقعات من گھڑت اور قصے و کہانیوں پر مشتمل ہیں، نیز چونکہ یہ تاریخی واقعات ہیں اور تاریخی واقعات میں بڑی کمی

بیشی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان کی اصل حقیقت کا پتہ نہیں چلتا، لہذا اس پر شدت کے تحت کوئی حکم قائم نہیں کرنا چاہیے۔

آئیے! اس امر کا جائزہ لیں کہ کیا یہ تاریخی قصے و کہانیاں ہیں؟ کیا واقعہ کربلا اور اس سے متعلقہ تمام امور کمزور روایات پر قائم ہیں یا یہ مسلّمہ حقائق ہیں؟ یاد رکھیں! اس پورے واقعہ کی بنیاد احادیثِ صحیحہ ہیں جو آپ ﷺ نے مستقبل کی غیبی خبروں کے طور پر امت تک پہنچائیں۔ یہ واقعات معتمد روایات پر قائم ہیں۔ نہ صرف مورخین بلکہ ان سے بڑھ کر بڑے بڑے ائمہ محدثین، ائمہ فقہاء، ائمہ متکلمین اور جمیع اکابرینِ امت نے ان واقعات کی توثیق کی ہے۔

واقعہ کربلا کے حوالے سے واعظین اور ذاکرین کی بیان کردہ بعض ایسی تفصیلی جزئیات ہیں جن کی سند نہیں اور جن کی صحت پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اصل واقعہ کربلا اور اس کی بہت ساری تفصیلات کا بھی اس ایک بات کا بہانہ بنا کر انکار کردیا جائے؟ واقعہ کربلا اور یہ ظلم و زیادتی ان امور میں سے ہے جن کی نشاندہی حضور ﷺ نے خود فرمادی تھی اور ان کا ذکر احادیثِ صحیحہ میں موجود ہے:

۱۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

هلاک امتی علی یدی غلمة من قریش.

''قریش کے نوعمر لونڈوں کے ہاتھوں سے میری امت ہلاک ہوگی۔''

اس فرمان کا اشارہ اولاً اسی واقعہ کربلا کی طرف تھا۔ جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی تو ان کے پاس موجود مروان نے کہا: اللہ ان پر لعنت کرے، کیا قریش میں ایسے نوجوان لونڈے بھی ہوں گے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنْ شِئْتَ أَنْ أُسَمِّيَهُمْ بَنِی فُلَانٍ، وَبَنِی فُلَانٍ.

(صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوہ، رقم: ۳۴۱۰)

''اگر تو چاہے تو میں ان میں سے ایک ایک کا نام بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں فلاں کے بیٹے ہیں۔''

۲۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں بیان کیا کہ اغیلمة من قریش میں سے پہلا شخص یزید ہے۔

بعض لوگوں نے یہ گمان ظاہر کیا ہے کہ یزید واقعہ کربلا کا ذمہ دار نہیں تھا۔ ان لوگوں کے لیے افسوس ہے اور یہ بدقسمتی کی انتہا ہے کیونکہ یزید کا تو نام لے کر حضور ﷺ نے بیان کردیا کہ یہ ذمہ دار ہے۔ افسوس! آج لوگ اس کی برأت دینے آگئے ہیں اور حضور ﷺ کے فرمان کی نفی کر رہے ہیں۔

۳۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے سنِ شہادت اور مقامِ شہادت دونوں کی نشاندہی اپنی حیاتِ مبارکہ میں ہی فرمادی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يُقْتَلُ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ عَلَى رَأْسِ سِتِّينَ مِنْ مُهَاجَرَتِي. (المعجم الکبیر، طبرانی، ۳: ۱۰۵، رقم: ۲۸۰۷)

''حسین بن علی کو میری ہجرت کے 60 ویں سال کے آغاز پر شہید کردیا جائے گا۔''

مقامِ شہادت کی نشاندہی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

أَخْبَرَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ هَذَا يَعْنِي الْحُسَيْنَ يُقْتَلُ بِأَرْضِ الْعِرَاقِ وَهَذِهِ تُرْبَتُهَا. (الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۲۵)

''مجھے جبرائیل امین نے خبر دی ہے کہ یہ حسین عراق کی سرزمین پر قتل کردیا جائے گا اور یہ وہاں کی مٹی ہے۔''

سمجھانا یہ مقصود ہے کہ واقعہ کربلا کتبِ حدیث میں بھی مذکور ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن میں حضور ﷺ نے مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی غیبی خبریں دے دی تھیں۔ حضور ﷺ نے وہاں کا مقام بھی بتادیا تھا، وہاں کی سرخ مٹی بھی دے دی تھی اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کے ذمہ دار بدبخت یزید کا نام بھی بتادیا تھا۔

۴۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

لا يزالُ أمرُ أمتي قائمًا بالقسطِ حتى يكونَ أولُ من يثلمُهُ رجلٌ من بني أميةَ يقالُ له: يزيدُ.

''میری امت کے دین کا معاملہ عدل پر قائم رہے گا حتی کہ ایک شخص بنو امیہ میں سے آئے گا جو اس میں رخنہ ڈالے گا اور اس کا نام یزید ہوگا۔'' (مسند ابو یعلی، رقم، ۸۷۱)

یزید سے مخفی ہمدردی رکھنے والے، اس کا درد رکھنے والے، اس کے ایمان کی فکر کرنے والے، توبہ کے ذریعے اسے جہنم سے بچانے والے، کاش حضور ﷺ کی محبت اور راحتِ جان کا فکر

کرلیں اور غور سے ان احادیث کو پڑھیں اور سنیں اور پھر اپنے مؤقف سے رجوع کریں اور توبہ کریں۔

۵۔ ایک اور مقام پر حضور ﷺ نے فرمایا:

لَيَفْتِقَنَّ رَجُلٌ مِنْ وَلَدِ أَبِي سُفْيَانَ فِي الْإِسْلَامِ فَتْقًا لَا يَسُدُّهُ شَيْءٌ. (الفتن، نعیم بن حماد، ۱: ۲۸۱)

''ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو اسلام کے اندر ایسا شگاف ڈالے گا کہ اس کو قیامت تک کوئی چیز بند نہیں کرسکے گی۔''

مذکورہ تمام احادیثِ مبارکہ میں شہادتِ امام حسین علیہ السلام اور واقعہ کربلا کی طرف اشارہ ہے جس کی حضور ﷺ نے واضح نشاندہی فرمادی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بکثرت آثار بھی موجود ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم کہا اور سنا کرتے تھے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کربلا میں ہوگی۔ لہٰذا واقعہ کربلا کو قصہ و کہانی کہنا اور اسے تاریخی واقعات کہہ کر ان کی اہمیت کو کم کرنا، یہ اپنے ایمان کی جڑوں کو کاٹنا ہے۔ ایسا کرنا حضور ﷺ کے فرمودات جنہیں ازواج مطہرات اور کثیر صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے، ان کا انکار کرنا ہے۔ جب حضور ﷺ نے ذمہ داری بھی متعین کردی کہ وہ شخص جو اس تباہی کا باعث بنے گا اور ذمہ دار ہوگا، وہ یزید ہوگا تو اب معلوم نہیں کہ لوگوں میں یہ جرأت کہاں سے آجاتی ہے کہ وہ بہانے بناکر یزید کو تحفظ دیتے ہیں اور اس سے ذمہ داری کا بوجھ اتارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر صرف مؤرخین نے بات کہی ہوتی تو معاملہ کچھ اور ہوتا مگر یہ تو دلائل النبوۃ اور معجزاتِ نبوت میں سے ہے کہ حضور ﷺ نے نہ صرف یزید کا نام لے کر بتادیا بلکہ مقامِ شہادت اور سنِ شہادت تک کی نشاندہی فرمادی۔

کیا شہادتِ امام حسین علیہ السلام کا ذمہ دار یزید ہے؟

شہادتِ امام حسین علیہ السلام کے حوالے سے تیسرا اشکال یہ وارد کیا جاتا ہے کہ سیدنا امام حسینؑ کو تو ابنِ زیاد اور اس کی فوج نے شہید کیا، یزید نے تو براہِ راست آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لہٰذا اس پر آپ علیہ السلام کی شہادت کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔

اس شبہ اور اشکال کے تناظر میں آیئے اس بات کا جائزہ لیں کہ شہادتِ امام حسین علیہ السلام کی ذمہ داری صرف ابنِ زیاد اور اس کی کوفی فوج پر ہے یا براہِ راست یزید ذمہ دار ہے؟ کیا یزید کے ایماء، حکم، مرضی اور منصوبہ بندی کے ساتھ واقعہ کربلا ہوا تھا یا نہیں؟ یزید کے تین چار سال کے دورِ حکومت کے نمایاں خدوخال کیا ہیں اور ان کی روشنی میں وہ کہاں کھڑا ہے۔۔۔؟ یزید کی جگہ اور انجام متعین ہوجانے کے بعد اس کے حواری، اس سے ہمدردی رکھنے والے، اس کی حفاظت اور اس کے ایمان کے تحفظ کا اہتمام کرنے والے کہاں کھڑے ہیں۔۔۔؟ اس سے وفا کرکے اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کے ساتھ جفا کرنے والے کہاں کھڑے ہیں؟

کتبِ تاریخ میں یہ امر واضح طور پر موجود ہے کہ یزید نے ابنِ زیاد کو خط لکھا اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے کا حکم دیا۔ ابن زیاد کو جرأت نہ تھی کہ وہ یزید کے حکم کے بغیر اتنا بڑا قدم اٹھاتا۔ اگر یزید کی ایماء، رضا مندی اور منصوبہ بندی شامل نہ ہوتی تو ابنِ زیاد کے لیے اتنا بڑا اقدام ناممکن تھا۔ معجم الکبیر میں امام طبرانی بیان کرتے ہیں کہ یزید نے ابن زیاد کو کوڈ ورڈ میں خط لکھا اور کہا کہ:

اے ابنِ زیاد! مجھے خبر پہنچی ہے کہ حسین علیہ السلام کوفہ پہنچنے والے ہیں، تمام زمانوں میں اب یہ ذمہ داری تمہارے زمانے پر آپڑی ہے اور تمام شہروں اور صوبوں میں یہ ذمہ داری تمہارے شہر پر آپڑی ہے اور جتنے گورنرز ہیں، ان سب میں سے تمہارے کندھوں پر یہ ذمہ داری آپڑی ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تو اس سے کس طرح عہدہ برآ ہوتا ہے۔ دیکھ! اگر تو کامیاب ہوگیا تو آزاد کردیا جائے گا یعنی تیری عزت، جاہ و جلال، رتبے اور منصب میں اضافہ ہوگا اور اگر تو ناکام ہوگیا تو اسی طرح ذلت کے ساتھ غلاموں کی طرف تمہیں پلٹا دیا جائے گا جیسے غلام ذلالت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر تو نے غفلت کی تو تمہیں غلامی کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔

تمام مؤرخین نے یزید کے اس خط کو اپنی کتب میں لکھا ہے۔ ابنِ زیاد خط پڑھنے کے بعد چار ہزار کا لشکر لے کر امام حسین علیہ السلام کی طرف چلا اور امام حسین علیہ السلام کو شہید کروادیا اور آپ علیہ السلام کا سر مبارک دیگر شہداء کے سروں کے ساتھ یزید کو بھیج دیا۔ اس لیے کہ اس کا حکم آیا تھا اور اس کے حکم ہی کی تعمیل میں یہ عمل کیا گیا تھا۔

جب امام عالی مقام علیہ السلام کا سر مبارک دیگر شہداء کے سروں کے ساتھ یزید کے پاس پہنچا تو یزید نے سارے سر اپنے دربار میں

رکھ لیے اور امامِ حسین علیہ السلام کا سر اپنے سامنے رکھا اور پھر پورے دمشق کے بڑے بڑے لوگوں کو اپنے پاس بلالیا اور پھر امامِ عالی مقام کے سرِ انور پر چھڑی ماری اور ابنِ زبعری کے یہ اشعار پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج من وقع الاسل
فاھلوا واستھلوا فرحا
ثم قالوا لی بقیت لاتمثل

''کاش میرے بزرگ جو بدر میں شریک ہوئے، تیروں کے برسنے سے خزرج کی پریشانی کو دیکھ لیتے تو وہ خوشی سے چلا اٹھتے اور مجھے کہتے کہ تو شعر پڑھنے کے لیے باقی ہے۔''

اور پھر اس نے ان اشعار میں دو ایسے اشعار کا اضافہ کیا جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔ اس نے کہا:

نفلق ھاما من رجال احبة
الینا وھم کانوا اعق واظلما

(المعجم الکبیر، طبرانی، ۳: ۱۰۴، رقم: ۲۸۰۶)

''ہم ان لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑتے ہیں جو ہمیں محبوب ہیں جبکہ وہ نافرمان اور ظالم ہوچکے تھے۔''

یزید کے اس ناپاک عمل اور جسارت کے بعد بھی یہ کہنا کہ یزید راضی نہیں تھا، اس نے حکم نہیں دیا تھا، قتل کے لیے نہیں کہا تھا، اس کو معلوم نہیں تھا، ابن زیاد نے قتل کروادیا۔ ایسا کہنا محض بغضِ اہلِ بیت کا اظہار ہے۔ سوال یہ ہے کہ:

۱۔ اگر یزید کو معلوم نہیں تھا تو وہ ابنِ زیاد کو خط کیوں لکھ رہا ہے کہ تم اگر ناکام ہوگئے تو تمہیں غلامی کی زندگی بسر کرنی پڑے گی، گورنری سے ہٹا کر ذلیل کردوں گا اور اگر کامیاب ہوگئے تو عہدہ بلند کردوں گا۔

۲۔ اگر یزید نے اس کام کا حکم نہیں دیا تھا تو اس نے اپنے دربار میں شہداء کے سر رکھ کر اور امام حسین علیہ السلام کے سرِ مبارک پر چھڑی مار کر مذکورہ اشعار کیوں پڑھے؟

۳۔ امام جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کے قاتل پر اور ابنِ زیاد پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے اور یزید پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جس نے قتل کروایا۔ اگر یزید کا امر نہ ہوتا تو اس نے ابنِ زیاد کو برطرف کردیا ہوتا۔ مگر یزید نے ابنِ زیاد کو معزول کیا اور نہ برطرف کیا حتی کہ اس کو سزا تک نہیں دی۔

ان واقعات کو کتبِ تاریخ میں لکھنے کے بعد تمام ائمہ نے قرآن مجید کی آیات سے یزید کا کفر ثابت کیا۔

۱۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں کہ یزید تو دین کا منکر تھا۔

۲۔ امام آلوسی نے لکھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ایمان پر نہیں تھا، اس کا دین نہیں تھا۔ یزید کہتا تھا کہ اگر میں آلِ نبی ﷺ سے اس طرح کا انتقام نہ لیتا تو میں مشائخ عرب کی اولاد میں سے نہیں ہوں۔

یزید اور اس کے اعوان و انصار جنھوں نے نہ صرف نواسۂ رسول ﷺ کو شہید کیا بلکہ پوری عترتِ رسول ﷺ کو شہید کیا، ان کے مقدس لاشوں پر گھوڑے دوڑائے، ان کے سر کاٹ کر نیزوں پر چڑھائے، کوفے کے بازاروں میں انہیں گھمایا اور سیدہ زینب اور سیدنا امام زین العابدین سمیت پورے قافلۂ اہلِ بیت علیہم السلام کو قیدی بنایا، زنجیروں میں جکڑا، گلے میں طوق پہنائے، پاؤں میں بیڑیاں پہنائیں اور جنگی قیدیوں کی طرح انہیں کوفے سے لے کر دمشق تک چلایا گیا، اس تمام کچھ کے کرنے کے پیچھے تختِ دمشق اور یزید کی قوت و طاقت کا پیغام دینا مقصود تھا۔ گویا لوگوں کو یہ پیغام پہنچایا گیا کہ آج کے بعد خبردار! کوئی ہمارے سامنے نہ کھڑا ہو، وگرنہ اُسے بغاوت کا نام دے کر قتل کردیا جائے گا۔ اس قافلۂ اہلِ بیت کو دیکھو! بغاوت کرنے والوں کا حشر یہ ہوتا ہے۔ تاکہ لوگ خود فیصلہ کریں کہ آئندہ وہ حق اور عدل کا ساتھ دیں یا طاقت اور قوت کا۔۔۔؟

یزید کے کفر پر مزید دلائل

یزید صرف شہادتِ امام حسین علیہ السلام ہی کا ذمہ دار نہیں بلکہ اُس نے واقعہ کربلا کے بعد مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی حرمت کو بھی پامال کیا۔ 63 ہجری میں جب اہلِ مدینہ نے یزید کی بیعت توڑدی تو اس نے ستائیس ہزار کا لشکر بھیج کر مدینۃ الرسول کو پامال کیا اور مسلم بن عقبی کو حکم دیا کہ جب مدینہ فتح کرلو تو میں تین دن کے لیے مدینہ تم پر حلال کرتا ہوں، تم جو چاہو کرو۔ جو بدبخت اس مدینۃ الرسول کو مباح کرتا ہے جسے تاجدارِ کائنات ﷺ نے حرمت والا حرم بنایا ہے، افسوس! پھر بھی لوگ اس یزید کی توبہ اور ایمان کی باتیں

کرتے ہیں۔ تین دن تک یزید کی فوج نے درندگی کی، دس ہزار مسلمانوں کو شہید کیا، ان شہید ہونے والوں میں تین سو صحابہ کرامؓ تھے اور سات سو قرأ تھے۔ تین سو عورتیں بغیر شادی کے حاملہ ہوئیں، بعض نے اس سے بھی زیادہ کا عدد لکھا ہے۔ مسجد نبوی ﷺ میں تین دن تک اذان معطل کرادی گئی، ریاض الجنہ خون سے بھر دیا، مسجدِ نبوی ﷺ کے اندر گھوڑے، خچر اور اونٹ باندھے گئے۔ کیا اس کے بعد بھی لوگ یزید کے ایمان کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔؟ اس کی وجہ کچھ اور نہیں صرف اور صرف بغضِ اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: جو اہلِ مدینہ کو خوفزدہ کرے، اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں کی لعنت اور پوری انسانیت کی لعنت اور قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہ ہوگا۔

آپ ﷺ نے ایک اور مقام پر فرمایا:

جو شخص اہلِ مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں اس طرح پگھلا دیتا ہے جس طرح شیشہ آگ میں پگھل جاتا ہے یا نمک پانی میں۔

یزید نے تین سال حکومت کی، ان تین سالوں میں سے پہلے سال اس نے امام عالی مقام علیہ السلام اور پورے خانوادۂ رسول کو شہید کیا۔ دوسرے سال مدینہ منورہ کو تاخت و تاراج کیا اور پھر مدینہ منورہ سے پلٹ کر مکہ معظّمہ میں حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے مکہ معظّمہ اور کعبۃ اللہ کا محاصرہ کیا اور محرم اور صفر کے مہینے تک جنگ کرتے رہے۔ آخر میں منجنیقوں کے ذریعے کعبۃ اللہ پر گولہ باری کی، آگ برسائی گئی، جس کے نتیجے میں کعبۃ اللہ کا غلاف جل گیا۔

ابھی یہ ظلم جاری تھا کہ اس بدبخت لعین کی موت واقع ہوگئی۔ جب اس کی موت کی خبر آئی تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اعلان کیا کہ بدبختو! تمہارا طاغوت شیطان تو مرگیا ہے، اب کس کا تخت بچانے کے لیے ظلم کررہے ہو۔ جب لشکر کو خبر ملی تو وہ وہیں سے واپس چلا گیا۔ یہ لشکر اپنے طور پر کوئی لڑائی نہیں کررہا تھا بلکہ یزید کے حکم پر لڑ رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب لشکر کو یزید کے مرنے کی خبر ملی تو وہ فتح کیے بغیر واپس چلے گئے۔

یزید کے اقتدار کے پہلے سال واقعہ کربلا، دوسرے سال مدینہ منورہ پر حملہ اور پھر کعبۃ اللہ کی بے حرمتی کی گئی۔ اسی دوران اس کی موت واقع ہوگئی تو اب سوال یہ ہے کہ اس نے توبہ کب کی تھی؟ وہ تو اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کو ظلم و ستم کا شکار کرنے اور حرمین مقدس کی حرمت کی پامالی میں مسلسل مصروفِ عمل رہا ہے۔ جو لوگ حضور ﷺ کی آل کو شہید کرکے حضور ﷺ کو اذیت پہنچائیں اور کوفہ سے دمشق تک ان کو قیدی بنا کر لے جائیں، ان کے مقدس جسموں پر گھوڑے دوڑائیں، خیمے جلائیں اور ساری عترتِ رسول ﷺ کو بے حرمت کریں، وہ لاکھ توبہ بھی کرلیں، اللہ کے ہاں ان کی توبہ قبول نہیں ہوسکتی بلکہ اللہ ایسے لوگوں کو توبہ کی توفیق بھی نہیں دیتا۔

آقا علیہ السلام کی عترت پاک نے حضور ﷺ کے دین کی حفاظت، جبر کے سامنے ڈٹ جانے، ظلم کے سامنے سینہ سپر ہوکر کھڑے ہوجانے کا قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ امامِ عالی مقام علیہ السلام جیت گئے، ظاہراً بے شک شہید ہوگئے مگر پوری انسانیت کو ایک راستہ دکھا گئے۔ کچھ لوگ اس موقع پر عزیمت کی راہ نہیں اپنا سکے تھے، رخصت کی راہ اپنائی تھی، جبکہ امامِ عالی مقام علیہ السلام نے عزیمت کی راہ لی اور عظیم ہوگئے۔ ہمارے ایمان کا تقاضا ایک طرف امام عالی مقام علیہ السلام اور اہلِ بیتِ رسول ﷺ کے ساتھ محبت و مؤدت کرنا، ان کی تعظیم و تکریم کرنا ہے اور دوسری طرف اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام سے بغض و عناد رکھنے والے کے ساتھ بغض و عناد رکھنا ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ایسے لوگوں پر جس میں یزید اور ابن زیاد سمیت وہ سارے اعوان و انصار جنہوں نے حضور ﷺ کی حرمت اور عترت پر حملہ کیا ہے، شامل ہیں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے ان پر لعنت کی ہے، ہم بھی لعنت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی حفاظت کرے اور ہمیں قیامت تک سیدہ کائنات سلام اللہ علیہا کی سمت میں کھڑا کرے۔۔۔ امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ کھڑا کرے۔۔۔ قیامت کے دن عترتِ رسول ﷺ اور صحابہ رسول ﷺ کے قدمین شریفین میں کھڑا کرے۔۔۔ قیامت کے دن ہم ان کے غلاموں میں شمار ہوں۔۔۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت کو اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے دشمنوں کی سمت جانے سے محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ ❁❁❁❁❁

الفقہ: آپ کے فقہی مسائل

کیا ماہِ صفر مصائب وابتلاء کا مہینہ ہے؟

نفع ونقصان کی مالک صرف اللہ کی ذات ہے

کوئی دن یا مہینہ زیادہ عظمت والا تو ہوسکتا ہے مگر منحوس نہیں

دارالافتاء تحریک منہاج القرآن

سوال: کیا ماہِ صفر مصیبتوں اور بلاؤں کے نازل ہونے کا مہینہ ہے؟

جواب: ذاتِ باری تعالیٰ حقیقی متصرف اور مسبب الاسباب ہے۔ ظاہری اسباب میں اثرانگیزی پیدا کرنے والی ذات بھی وہی ہے۔ کسی چیز، دن یا مہینے کو منحوس سمجھنا اور اس میں کام کرنے کو بُرے انجام کا سبب قرار دینا غلط، بدشگونی، توہم پرستی اور قابلِ مذمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر کوئی بھی چیز انسان کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ نفع و نقصان کا اختیار سو فیصد اللہ کی ذات کے پاس ہے۔ جب وہ خیر پہنچانا چاہے تو کوئی شر نہیں پہنچا سکتا اور اگر وہ کوئی مصیبت نازل کر دے تو کوئی اس سے رہائی نہیں دے سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ج وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ط وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ. (یونس، ۱۰: ۱۰۷)

’’اور اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا کوئی اسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمائے تو کوئی اس کے فضل کو رد کرنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنا فضل پہنچاتا ہے، اور وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔‘‘

سورۃ شوریٰ میں ارشاد ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ. (الشوریٰ، ۴۲: ۳۰)

’’اور جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے تو اُس (بد اعمالی) کے سبب سے ہی (پہنچتی ہے) جو تمہارے ہاتھوں نے کمائی ہوتی ہے حالاں کہ بہت سی (کوتاہیوں) سے تو وہ درگزر بھی فرما دیتا ہے۔‘‘

اور سورہ النسآء میں فرمان ہے:

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللهِ ز وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ. (النساء، ۴: ۷۹)

’’(اے انسان اپنی تربیت یوں کر کہ) جب تجھے کوئی بھلائی پہنچے تو (سمجھ کہ) وہ اللہ کی طرف سے ہے (اسے اپنے حسنِ تدبیر کی طرف منسوب نہ کر) اور جب تجھے کوئی برائی پہنچے تو (سمجھ کہ) وہ تیری اپنی طرف سے ہے (یعنی اسے اپنی خرابیِ نفس کی طرف منسوب کر)۔‘‘

درج بالا آیات سے واضح ہوتا ہے کہ کوئی وقت، دن اور مہینہ بَرکت وعظمت اور فضل والا تو ہوسکتا ہے، مگر کوئی مہینہ یا دن منحوس نہیں ہوسکتا۔ کسی دن کو نحوست کے ساتھ خاص کر دینا درست نہیں، اس لیے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے ہیں اور انسان ان دنوں میں افعال و اعمال کرتا ہے، سو ہر وہ دن مبارک ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے اور ہروہ زمانہ انسان پر منحوس ہے جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ اللہ تعالیٰ کی معصیت اور گناہوں کی کثرت اللہ تعالیٰ

کو ناراض کرنے کا سبب ہے تو گناہ فی نفسہ منحوس ہے، کیونکہ گناہ کے سبب گنہگار اللہ تعالیٰ کی امان سے نکل جاتا ہے اور دنیا و آخرت کے مصائب میں گھر جاتا ہے۔ درحقیقت اصل نُحوست گناہوں اور بداعمالیوں میں ہے۔

صفر اسلامی تقویم کی ترتیب کا دوسرا مہینہ ہے، جس کا لفظی معنیٰ خالی ہونا ہے۔ عرب زمانہ جاہلیت میں ماہِ صفر کو منحوس خیال کرتے ہوئے اسے صفر المکان یعنی گھروں کو خالی کرنے کا مہینہ کہتے تھے، کیونکہ وہ پے در پے تین حرمت والے مہینوں (ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم) کے بعد اس مہینے میں گھروں کو خالی کر کے لڑائی اور قتل و قتال کے لیے میدانِ جنگ کی طرف نکل پڑتے تھے۔ جنگ و جدال اور قتل وقتال کی وجہ بیشمار انسان قتل ہوتے، گھر ویران ہوتے اور وادیاں برباد ہوجاتیں۔ عربوں نے اس بربادی اور ویرانی کی اصل وجہ کی طرف توجہ دینے اور جنگ و جدل سے کنارہ کشی کرنے کی بجائے اس مہینے کو ہی منحوس، بلاؤں اور مصیبتوں کا مہینہ قرار دے دیا۔ حقیقت میں نہ تو اس مہینے میں نحوست و مصیبت ہے اور نہ ہی یہ بدبختی اور بھوت پریت کا مہینہ ہے بلکہ انسان اپنے اعمال کی وجہ سے مصائب و آفات میں مبتلا ہوتا ہے اور اپنی جہالت کی وجہ سے دن، مہینے اور دیگر اسباب کو منحوس تصور کرنے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

لا عَدْوَىٰ ولا صَفَرَ ولا هَامَةَ.

’’(اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر) چھونے سے بیماری دوسرے کو لگ جانے (کا عقیدہ)، ماہِ صفر (میں نحوست ہونے کا عقیدہ) اور پرندے سے بدشگونی (کا عقیدہ) سب بے حقیقت باتیں ہیں۔‘‘

(صحیح البخاری، کتابُ الطِّب، بابُ الھامۃ، رقم الحدیث:۵۷۷۰)

شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ اس حدیثِ مبارک کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عوام اسے (یعنی صفر کے مہینے کو) بلاؤں، حادثوں اور آفتوں کے نازل ہونے کا مہینہ قرار دیتے ہیں، یہ عقیدہ باطِل ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ (اشعۃ اللمعات،۳:۶۶۴)

اس لیے ماہِ صفر میں بلائیں اور آفات اترنے اور جنات کے نزول کا عقیدہ من گھڑت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر و تاثیر میں زمانے کو کوئی دخل نہیں، اس لیے ماہِ صفر بھی دیگر مہینوں کی طرح ایک مہینہ ہے۔ اگر ایک شخص اس مہینہ میں احکامِ شرع کا پابند رہتا ہے، ذکر و اذکار کرتا ہے، حلال وحرام کی تمیز رکھتا ہے، نیکیاں کرتا اور گناہوں سے بچتا ہے تو یقیناً یہ مہینہ اس کے لیے مبارک ہے، اور دوسرا شخص اس مہینے میں گناہ کرتا ہے، جائز و ناجائز اور حرام وحلال کی تمیز مٹاتا ہے، حدود اللہ کو پامال کرتا ہے تو اس کی بربادی کے لئے اس کے اپنے گناہوں کی نحوست ہی کافی ہے۔ اپنی شامتِ اعمال کو ماہِ صفر پر ڈالنا نری جہالت ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لاَ عَدْوَى، وَلاَ طِيَرَةَ، وَيُعْجِبُنِي الْفَأْلُ، قَالُوا: وَمَا الْفَأْلُ؟ قَالَ: كَلِمَةٌ طَيِّبَةٌ.

(صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الطیر :۵۷۷۶)

’’چھوت لگنا کوئی چیز نہیں اور بدشگونی (کی کوئی حقیقت) نہیں ہے، البتہ نیک فال مجھے پسند ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: نیک فال کیا ہے؟ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھی بات منہ سے نکالنا یا کسی سے اچھی بات سن لینا۔‘‘

اگر کوئی شخص گھر سے کہیں جانے کے لئے نکلا اور کالی بلی نے اس کا راستہ کاٹ لیا، جسے اس نے اپنے حق میں منحوس جانا اور واپس پلٹ گیا یا یہ ذہن بنا لیا کہ اب مجھے کوئی نہ کوئی نقصان پہنچ کر ہی رہے گا، تو یہ بدشگونی ہے جس کی اسلام میں مُمانعت ہے۔ اگر گھر سے نکلتے ہی کسی نیک شخص سے ملاقات ہوگئی جسے اُس نے اپنے لئے باعثِ خیر سمجھا تو یہ نیک فالی کہلاتا ہے اور یہ جائز ہے۔

سوال: نظرِ بد کی حقیقت کیا ہے؟

جواب: نظر بد یا نظر لگنا ایک قدیم تصور ہے جو دنیا کی مختلف اقوام میں پایا جاتا ہے۔ اسلام کے صدرِ اوّل میں دشمنانِ اسلام نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لیے عرب کے ان لوگوں کی خدمات لینے کا ارادہ کیا جو نظر لگانے میں شہرت رکھتے تھے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ وہ جس چیز کو نقصان پہنچانے

کے ارادے سے دیکھتے ہیں، ان کے دیکھتے ہی وہ چیز تباہ ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو ان کے شر سے محفوظ رکھا اور ان بدنیتوں کے تمام حربے ناکام ہوگئے۔ ان کی اس شرانگیزی کو قرآن مجید میں اس طرح سے بیان کیا ہے کہ:

وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهُ لَمَجْنُوْنٌ. (القلم،۶۸: ۵۱)

''اور بے شک کافر لوگ جب قرآن سنتے ہیں تو ایسے لگتا ہے کہ آپ کو اپنی (حاسدانہ بد) نظروں سے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔''

اس آیت میں نظرِ بد میں نقصان کی تاثیر ہونے کا اشارہ ہے جو کسی دوسرے انسان کے جسم و جان پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ سَبَقَتْهُ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا.

''نظر حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر کو کاٹ سکتی ہے تو نظر ہے اور جب تم سے (نظر کے علاج کے لیے) غسل کرنے کے لیے کہا جائے تو غسل کرلو۔'' (مسلم، الصحیح،۴: ۱۷۱۹، رقم: ۲۱۸۸)

نظرِ بد کے برے اثرات ہوتے ہیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے نظرِ بد سے بچاؤ کے لئے جھاڑ پھونک یعنی دم درود کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دم کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا:

رُخِّصَ فِي الْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ وَالْعَيْنِ.

رسول اللہ ﷺ نے تین چیزوں کیلیے جھاڑ پھونک کی اجازت دی: ۱۔نظر بد، ۲۔بچھو وغیرہ کے کاٹے پر، ۳۔پھوڑے پھنسی کے لئے۔ (مسلم، الصحیح،۴: ۱۷۲۵، رقم:۲۱۹۶)

بلکہ آپ ﷺ نے حکم فرمایا:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَنِي رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَوْ اَمَرَ اَنْ يُسْتَرْقَى مِنَ الْعَيْنِ. (بخاری، الصحیح،۵: ۲۱۶۶، رقم:۵۴۰۶)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا یا حکم دیا کہ نظر بد لگنے کا دم کیا کرو۔

ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

عَنْ اُمِّ سَلَمَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ رَاٰى فِي بَيْتِهَا جَارِيَةً فِي وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوا لَهَا فَإِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے میرے گھر کے اندر ایک لڑکی دیکھی جس کے چہرے پر نشانات تھے۔ ارشاد فرمایا کہ اس پر کچھ پڑھ کر دم کرو کیونکہ اس کو نظر لگ گئی ہے۔ (بخاری، الصحیح،۵: ۲۱۶۷، رقم:۵۴۰۷)

نظرِ بد سے علاج کے لئے معوذتین پڑھ کر دم کیا جائے اور یہ دعا بھی کی جائے جو حدیثِ مبارک سے ثابت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ بیمار ہوتے تو جبرئیل علیہ السلام آ کر آپ کو دم کرتے اور یہ کلمات کہتے:

بِاسْمِ اللهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ.

اللہ کے نام سے، وہ آپ کو تندرست کرے گا، اور ہر بیماری سے شفا دے گا اور حسد کرنے والے حاسد کے ہر شر سے اور نظر لگانے والی آنکھ کے ہر شر سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھے گا۔

قرآن مجید کی آخری دو سورتوں کو معوذتین کہتے ہیں، ان میں بھی پناہ مانگی گئی ہے۔ لہٰذا اُن سے بھی نظر بد کا علاج کیا جاتا ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَنْفُثُ عَلَى نَفْسِهِ فِي الْمَرَضِ الَّذِي مَاتَ فِيهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ اَنْفِثُ عَلَيْهِ بِهِنَّ وَاَمْسَحُ بِيَدِ نَفْسِهِ لِبَرَكَتِهَا.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ اپنے اس مرض کے اندر جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی تو میں انہیں پڑھ کر آپ ﷺ پر دم کیا کرتی اور بابرکت ہونے کے باعث آپ ﷺ کے دستِ اقدس کو آپ ﷺ کے جسم اطہر پر پھیرا کرتی۔

(بخاری، الصحیح،۵: ۲۱۶۵، رقم:۵۴۰۳)

درج بالا آیات و روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ نظرِ بد کوئی وہمہ یا توہم پرستی نہیں بلکہ حقیقت ہے جس کے اثرات ظاہر ہونے پر دم کرانا درست ہے۔ ❁❁❁❁❁

نظم و ضبط مددِ الٰہی کا ذریعہ ہے

معاملاتِ حیات میں نظم و ضبط کا اہتمام تعلیماتِ مصطفی ﷺ کی روشنی میں

آپ ﷺ عام معاشرتی معاملات تو کیا میدانِ جنگ میں بھی نظم و ضبط کو ملحوظ خاطر رکھتے

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر لمحہ ایک خاص ترتیب اور نظم و ضبط کا مرقع تھا

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ

یہ بات چنداں دلائل اور وضاحت کی محتاج نہیں کہ دین دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کام کو سرانجام دینے کا ایک مخصوص و متعین طریقہ کار، ترتیب، اصول و ضوابط، حدود و قیود اور آداب ہوتے ہیں۔ آسان لفظوں میں انہی اصول و ضوابط، حدد و قیود اور آداب کی پابندی اور اس کام کو طریقے سلیقے سے کرنا، خوبصورتی سے کرنا اور منظّم انداز میں کرنا، نظم و ضبط یا ڈسپلن (Discipline) کہلاتا ہے۔

روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربہ کے مطابق کسی بھی کام میں پختگی، خوبصورتی، بہتری، نفاست، کامیابی، وقت کی بچت اور پائیداری نظم و ضبط سے ہی آتی ہے۔ اس کے برعکس جو کام بے ڈھنگے، غیر مرتب، بدنظمی اور اس کے لیے مختص طریقِ کار سے ہٹ کر کیا جائے گا وہ نہ صرف یہ کہ بدصورت، غیر پختہ، بکھرا ہوا، نفاست اور پائیداری سے خالی ہوگا بلکہ اس میں بعض اوقات دوسرے لوگوں کی حق تلفی، ان کے ساتھ زیادتی، وقت کا ضیاع اور امن و امان کے متاثر ہونے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سارا نظامِ کائنات ہماری تعلیم و تربیت کے لیے ایک نظم و ضبط کا پابند دکھائی دیتا ہے۔

بے شک ہمارا ذہن خلق و امرِ الٰہی کی وسعتوں اور باریکیوں کا احاطہ نہیں کرسکتا لیکن ہمیں جیسی بھی علمی استعداد ملی اور جیسا بھی نورِ بصیرت عطا ہوا اس کی بدولت اتنا ضرور سمجھ آتا ہے کہ ہمارا واسطہ ایک ایسی کائنات سے ہے جس کی تہہ میں کوئی بابصر تخلیقی مشیت کام کررہی ہے۔ اس کے جملہ مظاہر کی ایک اساس ہے اور ان میں کوئی اصولِ نظم و ضبط اور قانون کارفرما ہے۔ فرمانِ الٰہی کے مطابق آسمان ٹھہرے ہوئے، زمین بچھی ہوئی، پہاڑ اپنی جگہ پر قائم، دریا رواں، شمس و قمر مسخر، ہوائیں مسخر، اجرامِ سماوی اپنے اپنے مدار پر گردش کناں۔ (سورۃ الانبیاء،۲۱: ۲۳) ان کا طلوع و غروب اپنے وقت کا پابند، نہ سورج کے لیے یہ ممکن ہے کہ چاند کو جالے، نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے۔ (یٰسین، ۳۶: ۴۰) ہواؤں کا آنا، بادلوں کا اٹھنا، بارش کی روئیدگی، زندگی اور موت سب ایک سلسلے کی کڑیاں ہیں۔ سب مشیتِ الٰہیہ کے دائرے میں منسلک، سب اس کے حکم کے پابند۔ الغرض نظامِ کائنات کے اندر جاری و ساری یہ نظم و ضبط انسان کو اس کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلاتا ہے۔

اسی طرح معاشرتی رویوں میں نظم و ضبط کی پابندی بنیادی حیثیت کی حامل ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام تمام احکام و اعمال میں اپنے ماننے والوں کو ایک خاص نظم و ضبط کا پابند بناتا دکھائی دیتا ہے۔ مثال کے طور پر دینِ اسلام کا پہلا عملی تقاضا یا حکم نماز کی ادائیگی ہے۔ جس میں بدن، لباس، جائے نماز کی طہارت، وضو اور پھر نماز کی ادائیگی کا طریقہ کار ہمیں کسی بھی کام کو طریقے اور سلیقے سے کرنے کا سبق دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک صاحب نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے نماز پڑھی اور نماز میں مطلوب آداب دوسرے لفظوں میں نظم و ضبط کو ملحوظ نہ رکھا۔ نماز کے بعد وہ خدمتِ

نبویﷺ میں حاضر ہوا تو حضور نبی اکرمﷺ نے اس سے فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّکَ لَمْ تُصَلِّ.

''لوٹ جاؤ دوبارہ نماز پڑھو گویا تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔''

اس آدمی نے دوبارہ بھی آداب اور نظم وضبط کے مطابق نماز نہ پڑھی تو آپﷺ نے دوبارہ نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ تین مرتبہ ایسا ہوا تو حضور نبی اکرمﷺ نے اسے نماز کے آداب، نظم و ضبط کی تعلیم دی۔(بخاری، الصحیح، کتاب الاذان باب وجوب القرأۃ للامام، ۱: ۱۰۵)

اسی طرح ادائیگی نماز میں استقبالِ قبلہ، قیام، رکوع، سجود، تلاوتِ قرآن، تسبیحات اور مفسدات وغیرہ نمازی کو مجسمِ نظم وضبط بنادیتے ہیں۔ نماز کی جماعت میں صف بندی، امام کی امامت اور تقلیدِ امام سب اسی رویے کو مضبوط بناتے ہیں۔(بخاری، الصحیح، کتاب الاذان باب تسویۃ الصفوف بعد، ۱:۱۰۰)

نظم و ضبط۔تہذیب و شائستگی کی علامت

نظم وضبط کی پابندی کسی بھی قوم کے تہذیب یافتہ ہونے کی علامت ہے، جس کا ہمارے معاشرے میں عمومی طور پر فقدان نظر آتا ہے۔ کسی بھی جگہ پر قطار بندی اور اپنی باری کا خیال نہ کرنا، ٹریفک کے دوران اپنی لین سے تجاوز، غلط اوور ٹیکنگ اور اشاروں کو توڑنے کی کوشش، بازاروں، گزرگاہوں اور پارکوں میں دھکم پیل، شادی بیاہ اور دیگر تقریبات میں کھانے پر ٹوٹ پڑنا، بلاوجہ کھانا ضائع کرنا، اجتماعی مواقع پر لڑائی جھگڑا اور ناشائستہ الفاظ کا استعمال اور کسی آفت یا مسئلے کی صورت میں بھگدڑ مچانا وغیرہ نظم وضبط کی پابندی نہ کرنے کا ہی نتیجہ ہیں۔ نظم وضبط کی اس اہمیت اور افادیت کو خالقِ کائنات کے نازل کردہ دینِ اسلام اور تمام انسانوں کے ہادی و رہنما، معلم اور خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰﷺ سے بڑھ کر کون سمجھ سکتا ہے۔ اس لیے اسلام اور پیغمبرِ اسلامﷺ نے انفرادی و اجتماعی سطح پر معاشرت، معیشت، رہن سہن، کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سفر، میدانِ جنگ، حکومت و سیاست، مذہب و عبادت، خانگی معاملات، کاروبار، تعلیم و تعلم، خوشی و غمی، غرض زندگی کے ہر میدان میں نظم وضبط کی پابندی کا حکم دیا ہے اور پیغمبرِ اسلامﷺ نے اس سلسلے میں عام مصلحین اور قائدین کی طرح صرف زبانی تعلیمات اور ہدایات ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ہر معاملے میں نظم و ضبط کو ملحوظ رکھ کر لوگوں کے سامنے ایک بہترین نمونہ چھوڑا اور سب سے زیادہ خود نظم و ضبط پر عمل کرکے دکھایا ہے۔ تعلیماتِ نبویﷺ میں نظم و ضبط پر کتنا زور دیا گیا ہے اور اس حوالے سے خود نبی اکرمﷺ نے کیا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے۔ اس کی چند جھلکیاں آئندہ سطور میں ہم پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

۱۔ نبی اکرمﷺ اور نظم و ضبط

حضور نبی اکرمﷺ کی پوری زندگی نظم وضبط سے عبارت نظر آتی ہے۔ اتنی مربوط، منظّم، مرتب، باقاعدہ اور نظم ونسق کی حامل زندگی انسانی تاریخ میں کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ محدثین اور سیرت نگاروں نے آپﷺ کے شمائل، خصائل، عادات، شب و روز کے معمولات اور مصروفیات کی جو تفاصیل دی ہیں، ان میں ایک خاص ترتیب، باقاعدگی، مستقل مزاجی، ہر قیمت اور ہر حال میں نظم وضبط کی سختی سے پابندی اور کسی بھی معاملے میں قطعاً کسی کوتاہی اور لاپرواہی کو برداشت نہ کرنے جیسی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد صرف ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں دعوتِ توحید، تبلیغ و ترویجِ اسلام، تعلیم و تزکیہ نفوس، معاشرت، فتوحات، انسان سازی اور حکومت و سیاست کے میدان میں بے نظیر اور منفرد کامیابیوں میں جہاں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت، آپﷺ کی تعلیمات، حسنِ اخلاق اور حسنِ تدبیر کا عمل دخل ہے وہاں یقیناً اس ہمہ جہت کامیابی میں طہارت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے، ملنے جلنے، سلام دعا اور ملاقات جیسے معمولی مسائل سے لے کر مذہب، بین الاقوامی معاملات، عبادات، اخلاقیات اور حکومت و سیاست جیسے اہم مسائل میں حضور نبی اکرمﷺ کی نظم وضبط اور اصول و ضوابط کی پابندی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ یہ اسی نظم وضبط کی پابندی کا ہی نتیجہ اور اثر تھا کہ ایک دفعہ حضور نبی اکرمﷺ نے مسجد میں کھڑے لوگوں سے جب یہ فرمایا کہ: اِجْلِسُوْا (بیٹھ جاؤ) تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ یہ حکم سن کر راستے میں ہی مسجد

کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ باب الخطبۃ والصلوۃ، ص۱۲۴)

۲۔ مجلسِ نبوی ﷺ کا نظم و ضبط

اللہ کریم نے قرآن مجید کی سورہ حجرات میں اہل ایمان کو مجلسِ نبوی ﷺ کے آداب اور نظم و ضبط کی تلقین فرمائی ہے۔ علاوہ ازیں باہر سے آنے والے لوگوں یا وفود کو چونکہ بارگاہِ نبوی ﷺ کے آداب اور نظم و ضبط کا علم نہ ہوتا تھا، اس لیے جب کوئی وفد حضور اکرم ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ پہنچتا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی طرف ایک خاص آدمی بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب بتاتا اور مطلوبہ نظم و ضبط کی تعلیم دیتا۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے:

وارسل الیھم ابوبکرؓ من یعلمھم کیف یسلمون ویامرھم بالسکینۃ والوقار عند رسول اللہ ﷺ. (علامہ آلوسی بغدادی، روح المعانی، الجزء السادس والعشرون، ص۱۳۵)

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی طرف ایسے آدمی کو بھیجتے جو انہیں اس امر کی تعلیم دیتا کہ انہیں کس طرح سلام کرنا ہے۔ نیز انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس سکینت اور وقار کو ملحوظ رکھنے کا حکم دیتا۔''

محدثین نے حضور نبی اکرم ﷺ کے معمولاتِ ملاقات اور ملاقات کے وقت کے نظم و ضبط کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''جو شخص حاضر ہونا چاہتا، دروازے پر کھڑے ہوکر پہلے السلام علیکم کہتا پھر پوچھتا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ (آپ ﷺ خود بھی کسی سے ملنے جاتے تو اسی طرح اجازت مانگتے) کوئی شخص اس طریقے کے خلاف کرتا تو آپ ﷺ اس کو واپس کردیتے۔ ایک دفعہ بنو عامر کا ایک شخص آیا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر کہنے لگا کہ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جاکر اس کو اجازت طلبی کا طریقہ سکھا دو یعنی پہلے سلام کرکے پھر اجازت مانگتے ہیں۔ (ابوداؤد، السنن، کتاب الادب باب فی الاستیذان، رقم الحدیث: ۵۱۷۵)

مجلس نبوی ﷺ کے نظم و ضبط میں یہ بات بھی داخل تھی کہ جب ایک مسئلہ طے ہوجاتا تو دوسرا پیش کیا جاتا۔ بعض اوقات آپ ﷺ کی گفتگو جاری ہوتی اور اس دوران آدابِ مجلس سے ناواقف کوئی بدوی آکر اگر سوال کرتا تو آپ ﷺ گفتگو جاری رکھتے اور فارغ ہوکر اس کے سوال کا جواب دیتے۔

نبی رحمت ﷺ کی مجلس کے عام معمول یا نظم و ضبط میں یہ امر بھی داخل تھا کہ اگر پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی کو کھانے پینے کی کوئی چیز عنایت فرماتے تو دائیں جانب بیٹھنے والے کو اس کا زیادہ حق دار سمجھتے ہوئے اسی کو دیتے اور اگر بائیں جانب بیٹھنے والے کسی بزرگ صحابی کو خلافِ قاعدہ دینا چاہتے تو دائیں طرف بیٹھنے والے اصولی حقدار سے اجازت طلب فرماتے اور یہ ترتیب ہمیشہ ملحوظ رہتی، چاہے بائیں طرف بیٹھنے والا آدمی کتنی ہی بڑی حیثیت والا ہوتا۔ (بخاری، الصحیح، کتاب الاشربۃ باب الایمن فالایمن فی الشرب، ۲: ۸۴۰)

۳۔ گھریلو زندگی میں نظم و ضبط کا اہتمام

نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اور شب و روز میں نظم و ضبط کا اہتمام نظر آتا ہے۔ آپ ﷺ گھر کی چار دیواری کے اندر خلوت میں ہوتے یا باہر پبلک میں ہر جگہ ڈسپلن اور نظم و ضبط کو ملحوظ رکھتے۔ گھر کے اندر آپ ﷺ کے معمولات کی ایک جھلک ملاحظہ ہو:

آپ ﷺ نے اپنے گھر میں قیام کے وقت کو یا ایک روایت کے مطابق دن کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اپنے رب کی یاد کے لیے، دوسرا حصہ گھر والوں کے لیے اور تیسرا حصہ اپنی ذات (آرام وغیرہ) کے لیے مختص ہوتا تھا۔ پھر اپنے ذاتی وقت کو بھی اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم کررکھا تھا۔ اس میں آپ ﷺ کا طریق کار یہ تھا کہ اہلِ علم وفضل کو آداب و اطوار سے روشناس کرانے کو ترجیح دیتے۔ دینی حالت و مرتبہ کے موافق ان کی تربیت میں اس وقت کو تقسیم کرتے۔ بعض کو ایک ضرورت لاحق ہوتی بعض کو دو اور بعض متعدد ضروریات میں مبتلا ہوتے۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ مشغول ہوجاتے اور ان کو اصلاحی امور میں مصروف رکھتے اور ان کو مناسب احوال سے آگاہ کرتے اور ان کو مسائل سے باخبر کرکے فرماتے:

تم لوگ ایسے لوگوں کی حاجتیں (کام) مجھ تک پہنچاؤ جو

کسی مجبوری کے سبب اپنی حاجت مجھ تک نہیں پہنچاسکتے۔ جو شخص ایسے حاجت مند لوگوں کی حاجت مجھ تک پہنچائے گا جو اپنی حاجت میرے پاس نہیں لاسکتے ہیں تو وہ آدمی (سفارشی) قیامت کے دن ہر قسم کے خوف سے امن میں ہوگا۔ (قاضی عیاض، الشفاء بتعریف حقوق المصطفی، ۱: ۱۳۶)، (ابن کثیر، سیرۃ النبیؐ، ۳: ۳۲۷)

گھر کے نظم و ضبط میں یہ امر بھی داخل تھا کہ حضور نبی اکرم ﷺ جب غزوات وغیرہ کے سلسلے میں کسی سفر پر روانہ ہوتے اور کچھ دنوں کے لیے مدینہ منورہ سے باہر جاتے تو شہر اور گھر میں کسی صحابی کو اپنا نائب مقرر فرما کر جاتے جو گھریلو معاملات اور امور کی نگرانی کرتا۔

۴۔ میدانِ جنگ میں نظم و ضبط

تعلیمات نبوی ﷺ میں جب عبادات اور عام معاشرتی معاملات میں ہر جگہ نظم و ضبط کا لحاظ رکھا گیا ہے تو کیسے ممکن تھا کہ میدانِ جنگ میں جنگ کے وقت نظم و ضبط کو ملحوظ نہ رکھا جاتا۔ تمام غزوات نبوی ﷺ میں کس قدر نظم و ضبط کی سختی سے پابندی کی گئی۔ ڈاکٹر محمد حمیداللہ لکھتے ہیں:

”عربوں میں صف بندی کا رواج نہ تھا۔ جوش کا بے وقت اور بے محل استعمال اور اسلحہ کا بیکار خرچ بھی عام چیز تھی۔ جنگ بدر ہی سے حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے سپاہیوں میں صف بندی شروع کردی تھی اور معائنے میں جو آگے پیچھے نظر آتا تھا، اسے درست کیا جاتا تھا (حوالہ ابن ہشام) فتح مکہ کے وقت تو صف آرائی ایک مخصوص افسر کے سپرد ہوگئی تھی جو وازع کہلاتا تھا (حوالہ طبری)۔ ہر فوج کی مہم پر روانگی سے پہلے شہر کے باہر معائنہ (عرض) ہوتا تھا اور کم عمر رضا کار یا سواری اور اسلحہ نہ رکھنے والے یا اور طور پر نامناسب افراد (مثلاً مشرکین، یہودی وغیرہ) واپس کردیئے جاتے تھے۔ (حوالہ ابن سعد۔ ابن ہشام، طبری)۔ جنگ بدر میں صف آرائی کے بعد جو جامع ہدایات دی گئی تھیں، وہ یہ تھیں کہ جب تک میں حکم نہ دوں کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ دشمن دور ہو تو تیر چلا کر بے کار ضائع نہ کرے بلکہ زد پر آئے تو مارے۔ اس سے قریب آئے تو پتھر پھینک کر مارے۔ اس سے بھی قریب آئے تو نیزہ اور پھر تلوار چلائے۔ وردی کی غیر موجودگی میں اور شبخون کی ضرورتوں کے لیے سپاہیوں کے لیے شعار (واچ ورڈ) مقرر کیے گئے تھے اور ہر دو بدو مقابلے کے وقت سپاہی اسے دہراتا اور حریف وہ لفظ نہ دہرتا تو اطمینان ہوجاتا کہ وہ رفیق نہیں ہے بلکہ دشمن (حوالے ایضاً) خندق کے ذریعے محصور شہر کی مدافعت اسی اصول کی ایک دوسری مثال ہے۔ چنانچہ جنگِ خندق میں شہرِ مدینہ پر دشمن کو حملہ آور ہونے سے اسی کے ذریعے سے روک کر ناکام واپس کیا گیا۔“ (ڈاکٹر محمد حمیداللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی، ص ۱۹۵۔ ۱۹۶)

۵۔ تفرُّد و تفرُّق۔ ناپسند

کسی جگہ لوگوں کے الگ تھلگ متفرق انداز میں یا فرداً فرداً اور ٹولیوں کی شکل میں علیحدہ علیحدہ بیٹھنے میں جہاں ان کے درمیان باہمی اختلاف کا شبہ ہوسکتا ہے وہاں یہ ظاہری اعتبار سے بھی حسن و خوبصورتی، نظم و ضبط، جماعتی رعب و دبدبہ اور ترتیب کے بھی خلاف ہے۔ اس لیے نبی رحمت ﷺ نے ایسے مواقع پر بھی حسنِ عمل کا مظاہرہ کرنے کی ہدایت فرمائی۔ چنانچہ حضرت ابو ثعلبہ الخشنی کا بیان ہے کہ:

”لوگ جب کسی جگہ پڑاؤ کرتے تو پہاڑی راستوں اور وادیوں میں الگ الگ ہوکر بیٹھ جاتے۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک تمہارا اس انداز میں راستوں اور وادیوں میں الگ الگ ہوکر بیٹھنا شیطان کی طرف سے ہے۔ اس کے بعد صحابہ کا یہ حال ہوگیا کہ وہ جس مقام پر بھی پڑاؤ کرتے، ایک دوسرے کے قریب ہوکر بیٹھتے حتی کہ یہ بھی کہا گیا کہ اگر ان پر کوئی ایک کپڑا ہی پھیلا دیا جائے تو وہ سب پر پورا آجائے گا۔“ (ابوداؤد، السنن، کتاب الجہاد باب مایومر من انضمام العسکر وسعتہ، ۱: ۳۷۷، رقم ۲۶۲۸)

اسی طرح حضرت جابر بن سمرہؓ کا کہنا ہے کہ (ایک مرتبہ) اللہ کے رسول ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو لوگ مختلف حلقوں، ٹولیوں کی شکل میں الگ الگ بیٹھے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا:

مالی اراکم عزین

”کیا وجہ کہ میں تمہیں ایک مجلس میں جمع ہوکر بیٹھنے کی بجائے متفرق ٹولیوں کی صورت میں بیٹھے دیکھ رہا ہوں۔“

(ابوداؤد، السنن، کتاب الادب باب فی التحلق، ۴: ۲۳۱، رقم ۴۸۲۳)

رسول اکرم ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کو الگ الگ ٹکڑیوں کی شکل میں بیٹھے دیکھا تو اچھا نہ لگا اس لیے ہدایت فرمائی کہ قرینے سے مل کر اکٹھے ہوکر بیٹھو کیونکہ بعض دوسری احادیث کے مطابق ظاہری تفریق وتشتّت کا اثر باطن پر بھی پڑتا ہے جبکہ مل کر اور ساتھ ساتھ بیٹھنے سے دلوں میں بھی قرب اور توافق پیدا ہوتا ہے۔

الگ الگ اور متفرق انداز میں بیٹھنے یا باہمی تفرقہ اور گروہ بندی کے نتیجہ اور انجام کی وضاحت کرتے ہوئے نبی رحمت ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا:

الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاة الشاذة والقاصیة والناحیة فعلیکم بالجماعة والالفة والعامة والمساجد وایاکم والشعاب. (الھندی، کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، کتاب الایمان والاسلام، قسم الاقوال، ۱: ۱۱۶، رقم ۱۰۲۳)

”شیطان انسان کا (بھی) بھیڑیا ہے جس طرح بکریوں کا بھیڑیا ہے۔ وہ اس بکری کو پکڑ لیتا ہے جو (ریوڑ سے) الگ، اکیلی اور علیحدہ ہو۔ لہٰذا تمہارے اوپر لازم ہے کہ تم جماعت، باہمی الفت، عامۃ الناس اور مساجد کے ساتھ جڑے رہو (یعنی جماعتِ جمہور اور محلّہ کی مسجد چھوڑ کر ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانے سے گریز کرو) اور گروہ بندی سے بچو۔“

حضرت بُسر بن مِحجن اپنے باپ مِحجن سے روایت کرتے ہیں کہ وہ (مِحجن) ایک مجلس میں اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ تھے کہ نماز کے لیے اذان دی گئی تو اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہوگئے اور نماز پڑھائی۔ پھر آپ ﷺ واپس تشریف لائے مگر مِحجن آپ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ نماز نہ پڑھی۔ یہ دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے تہدید آمیز انداز میں پوچھا:

مامنعک ان تصلی مع الناس؟ الست برجل مسلم؟

لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس چیز نے روکے رکھا؟ کیا تو ایک مسلمان آدمی نہیں؟

انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، یارسول اللہ ﷺ! دراصل میں اپنے اہلِ خانہ میں نماز پڑھ چکا ہوں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تو (کسی مجلس میں) آئے تو لوگوں کے ساتھ نماز بھی پڑھ اگرچہ تو پہلے پڑھ چکا ہو۔ (مالک بن انس، الموطا، کتاب صلاۃ الجماعۃ باب اعادۃ الصلوۃ مع الامام، رقم ۲۹۸)

نظم و ضبط۔ مددِ الٰہی کا ذریعہ

۱۰ ھ میں نجران سے قبیلہ بنو الحرث کا ایک وفد اسلام قبول کرنے کے بعد بارگاہِ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو چونکہ یہ لوگ بڑے بہادر تھے اور مدِ مقابل پر ہمیشہ غالب رہتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا: تم کس بناء پر لوگوں پر غالب رہتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم ہمیشہ متفق رہتے ہیں، آپس میں اختلاف نہیں کرتے اور نہ آپس میں ایک دوسرے پر حسد کرتے ہیں۔ کسی پر پہلے ظلم نہیں کرتے نیز سختی اور تنگی کے وقت صبر کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے (ان کی تائید کرتے ہوئے) فرمایا: تم سچ کہتے ہو۔

اس روایت سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی بھی کام میں نظم و ضبط اور مطلوبہ اصول وقواعد کی پابندی اسباب کی دنیا میں مددِ الٰہی کے حصول کا ایک ذریعہ اور سبب بھی ہے۔ علامہ یوسف القرضاوی کہتے ہیں:

”یہ امر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ سرگرم عمل لوگوں کے مقابلے میں کاہلوں کی اور متحد ومنظّم لوگوں کے مقابلے میں ان لوگوں کی مدد فرمائے جو انتشار کا شکار ہوں۔ یہ سنتِ الٰہی کے خلاف ہے کہ وہ منظّم گروہ کے مقابلے میں پراگندہ حال لوگوں کی اور منصوبہ بند لوگوں کے مقابلے میں بے پروا لوگوں کا مددگار ہو یا اپنی ملت کے غم میں فکر مند رہنے والوں کو چھوڑ کر وہ ان لوگوں کی مدد کو پہنچے جنہیں اپنے ذاتی مفاد کے سوا کسی چیز کی فکر دامن گیر نہیں ہوتی۔“ (یوسف القرضاوی، غلبہ اسلام کی بشارتیں)

آج ہر میدان میں مسلمانوں کی پسماندگی کی ایک وجہ اس نظم وضبط، اتحاد واتفاق، محنت، اسلامی وانسانی خیر خواہی اور اس اخلاص کا فقدان بھی ہے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔

❋❋❋❋❋

امامِ حسین علیہ السلام کلامِ اقبال کی روشنی میں

امامِ حسین علیہ السلام کی جدوجہد آفاقی اقدار کے احیاء کے لئے تھی (حکمت الامتؒ)

علی وقار قادری۔ ڈائریکٹر لارل ہوم انٹرنیشنل سکولز

علامہ محمد اقبالؒ کی فکر کی اساس تحرک، تغیر، تسلسل اور ارتقاء ہے اور وہ بھی اس طور پر کہ انسان کائناتی مقصود و مدعا میں معاون ہو جائے اور یوں وہ لافانی ہو جائے۔ کوئی بھی ایسی قدر جو آفاقی ہے (جیسا کہ حق کا ساتھ دینا، باطل کا رد، مظلوم کی مدد، ظالم کے خلاف قیام، بنیادی معاشی، معاشرتی اور سیاسی حقوق کی فراہمی) اس کے احیاء کی جدوجہد صحیح معنوں میں کائناتی مقصود کی تائید و نصرت ہے۔ یہ تمام عناصر مل کر اسلام کی ہیتِ اجتماعیہ کے قیام کو عمل میں لاتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اسلامی زندگی کا مقصود اسی ہیتِ اجتماعیہ کا قیام ہے نہ کہ کسی کونے میں بیٹھ کر عضوِ معطل بن کر محض عبادت کرنا۔ اس عمل کو اقبالؒ گوسفندی کہتے ہیں۔

امام حسینؑ کی فکر، عمل، جدوجہد میں مذکورہ حیات بخش عناصر کثرت سے پائے جاتے ہیں اور اقبالؒ کی نظر میں امام حسینؑ کی ساری جدوجہد انہی آفاقی اقدار کی احیاء کے لیے تھی جو بدترین ملوکیت نے زمین بوس کر دی تھیں۔ یہی وجہ ہے کہ کلامِ اقبال میں ذکرِ امام حسینؑ کثرت سے ملتا ہے۔

اقبالؒ کے نزدیک اما حسینؑ کی کئی حیثیتیں ہیں:

☆ وہ امام حسینؑ کو کبھی امامِ عشق کہتے ہیں، کیونکہ جو کام امامِ حسینؑ نے کیا یہ اہلِ عقل کا نہیں ہو سکتا بلکہ اہلِ عشق کا ہی ہو سکتا ہے۔

☆ کبھی وارثِ علومِ قرآن کہتے ہیں۔

☆ کبھی حق و باطل کے لیے ابدی معیار قرار دیتے ہیں۔

☆ کبھی انسانیت کو فقرِ حسینیؑ اپنانے کا درس دیتے ہیں۔

☆ کبھی رسمِ شبیری کی ادائیگی کو رازِ حیات گردانتے ہیں۔

☆ کبھی حسینؑ کو امت کی وحدت کا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔

☆ کبھی حیاتِ حسینؑ کو اسوۂ کامل قرار دیتے ہیں۔

☆ کبھی حسینؑ کو خلافتِ راشدہ کی قدروں کا محافظ کہتے ہیں۔

☆ کبھی غمِ حسینؑ میں روتے ہیں اور رلاتے ہیں۔

☆ کبھی حسینؑ کی فکری بلندی کی بات کرتے ہیں۔

☆ کبھی حسینؑ کو بنائے لاالہ قرار دیتے ہیں۔

☆ کبھی حسینؑ کے پیروکاروں کی عظمت کا بیان کرتے ہیں۔

☆ کبھی موت کو حسینؑ کی بارگاہ میں دست بستہ کھڑا دیکھتے ہیں۔

علامہ محمد اقبال کی کتبِ شاعری (رموزِ بے خودی، بالِ جبریل، ارمغانِ حجاز، اسرارِ خودی، جاوید نامہ، ضربِ کلیم اور پیامِ مشرق) سے امامِ عالی مقامؑ کی ان حیثیتوں کا تفصیلی بیان ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

۱۔ داستانِ کربلا کا مقدمہ: بیانِ عشق

علامہ محمد اقبالؒ نے داستانِ کربلا کے بیان کا مقدمہ عشق کے عنوان سے قائم کیا۔ اس باب میں انھوں نے عشق کے تقاضے، واردات، لوازمات پر بات کی اور عشق اور عقل کے تقابل پر بات کی۔ اس لیے کہ وہ واقعہ کربلا کو سرتا سر مظہرِ عشق سمجھتے تھے۔

مومن از عشق است و عشق از مومنست
عشق را ناممکن ما ممکن است

مومن اللہ تعالیٰ کے عشق سے قائم ہے اور عشق کا وجود مومن سے ہے؛ وہ چیزیں جو ہمارے لیے ناممکن ہیں وہ عشق کے نزدیک ممکن ہیں۔

عقل سفاک است و او سفاک تر
پاک تر چالاک تر بیباک تر

عقل اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے دوسروں کا خون بہانے سے گریز نہیں کرتی اور عشق اللہ تعالے کی خاطر اپنی جان دینے میں اس سے بڑھ کر ہے۔عشق کے مقاصد عقل سے زیادہ پاکیزہ اور عشق اپنے عمل میں زیادہ تیز رو اور بیباک ہے۔

عقل می گوید کہ خود را پیش کن
عشق گوید امتحان خویش کن

عقل کہتی ہے کہ اپنا مفاد پیش نظر رکھ؛ عشق کہتا ہے کہ اپنی آزمائش کر۔

عقل با غیر آشنا از اکتساب
عشق از فضل است و با خود در حساب

عقل استحصال کی خاطر دوسروں سے آشنائی پیدا کرتی ہے؛ عشق کا دار و مدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے اور وہ اپنا احتساب کرتا ہے۔

آن امامِ عاشقان پور بتول
سرو آزادے ز بستانِ رسول

وہ عاشقوں کے امام سیدہ فاطمہ (ؑ) کے فرزند اور حضور اکرم (ﷺ) کے باغ کے سرو آزاد تھے۔

سرخ رو عشق غیور از خون او
شوخی این مصرع از مضمون او

عشقِ غیّور ان کے خون سے سرخرو ہوا؛ مصرعۂ عشق کی شوخی اسی مضمون (واقعۂ کربلا) سے ہے۔

۲۔ امامِ حسینؑ: ذبحِ عظیم کی عملی تفسیر

سر ابراہیم و اسمعیل بود
یعنی آن اجمال را تفصیل بود

آپ حضرت ابراہیم (ؑ) اور حضرت اسماعیل (ؑ) کے واقعہ کے سرّ اور اس اجمال کی تفصیل ثابت ہوئے۔(رموزِ بے خودی)

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنی ذبحِ عظیم آمد پسر

ان کے والد کا مرتبہ بائے بسم اللہ کا سا تھا اور سیدنا حسین ذبحِ عظیم کی تعبیر ہیں۔ (رموزِ بے خودی)

۳۔ راکبِ دوشِ رسول ﷺ

بہر آن شہزادۂ خیر الملل
دوش ختم المرسلین نعم الجمل

بہترین امت (امتِ مسلمہ) کے اس شہزادے (حسینؑ) کے لیے حضور (ﷺ) ختم المرسلین کا دوش مبارک سواری تھی، اور کیا اچھی سواری تھی۔ (رموزِ بے خودی)

۴۔ حسینؑ مثلِ قرآن

درمیان امت ان کیواں جناب
ہمچو حرف قل ھو اللہ در کتاب

یہ بلند مرتبت شخصیت امت کے درمیان یوں ہے جیسے قرآن پاک میں سورۃ الاخلاص۔ (رموزِ بے خودی)

۵۔ فکرِ حسینؑ ایمان کو زندہ کرنے کا موجب

امامِ حسینؑ قلوب و اذہان پر ہمیشہ سے نقش ہیں اور رہیں گے۔

شوکتِ شام و فر بغداد رفت
سطوت غرناطہ ہم از یاد رفت

شام و بغداد کی شان و شوکت جاتی رہی؛ سطوتِ غرناطہ کی یاد بھی ذہنوں سے محو ہوئی۔

تار ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیر او ایمان ہنوز

لیکن ہماری زندگی کے تار ابھی تک سید نا (ؑ) کے زخمہ (تار کو بجانے والا آلہ) سے لرزاں ہیں؛ انہوں نے میدانِ کربلا میں جو تکبیر بلند کی تھی وہ ہمارے ایمان کو زندہ کر رہی ہے۔ (رموزِ بے خودی)

۶۔ امام حسینؑ کی یاد میں گریہ

امام حسینؑ کا یہ مقام ہے کہ ان کی یاد میں اشک بہائے جائیں اور جو رونا حرام سمجھتے ہیں وہ سن لیں:

اے صبا اے پیک دور افتادگان
اشک ما بر خاک پاک او رسان

اے صبا! اے دور بسنے والوں کی پیغام رساں؛ ان کی خاک پاک پر ہمارے آنسوؤں کا تحفہ پہنچا دے۔ (رموزِ بے خودی)

۷۔ حق و باطل کا ابدی معیار

امام حسینؑ رب کائنات کی طرف سے حق و باطل میں امتیاز کے لیے ابدی معیار ہیں۔ بالِ جبریل میں ہے کہ:

حقیقتِ ابدی ہے مقامِ شبیری
بدلتے رہتے ہیں انداز کوفی و شامی

۸۔ فقرِ حسینیؑ کی میراث

ہر نوعیت کے فقر کی کرامات مختلف ہیں لیکن فقرِ حسینیؓ کی میراث مسلمانی ہے۔ بالِ جبریل میں ہے کہ:

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہاں گیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیتِ اکسیری
اک فقر ہے شبیری، اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی، سرمایۂ شبیری

۹۔ رسمِ شبیری کی ادائیگی: دین کی بقاء

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری
کہ فقرِ خانقاہی ہے فقط اندوہ و دلگیری

رسمِ شبیری، وہ رسم ہے جو حضرت امام حسینؑ نے کربلا میں ادا کی یعنی حق کا ساتھ اور باطل کی مخالفت، باطل کے خلاف آواز بلند کرنا اور سب کچھ لٹانا۔ فقر خانقاہی مراد موجودہ پیری مریدی ہے اور فقط اندوہ و دلگیری سے مراد صرف رنج و ملال ہے۔

ترے دین و ادب سے آ رہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری

بوئے رہبانی سے مراد ترکِ دنیا کی بو ہے۔ جو رسمِ شبیریؓ ادا نہیں کرتے تو وہ بستی تباہ ہو جاتی ہے۔

قلندر میل تقریری ندارد
بجز این نکتہ اکسیری ندارد
از آن کشت خرابی حاصلی نیست
کہ آب از خون شبیری ندارد

قلندر لمبی تقریروں کا میلان نہیں رکھتا، اسے ایک ہی نکتہ معلوم ہے، جو اکسیر کا کام کرتا ہے۔ ایسی ویران کھیتی سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، جس کی آبیاری خون حسین (ؑ) سے نہ کی گئی ہو۔ (ارمغانِ حجاز)

۱۰۔ حسینؑ امت کی وحدت کے محافظ ہیں

آن یکی شمع شبستان حرم
حافظ جمعیت خیرالامم

آپ (سیدہ فاطمہ ؑ) سیدنا حسین (ؑ) کی والدہ تھیں جو شبستانِ حرم کی شمع تھے، اور جنہوں نے خیر الامم (امت مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔ (رموزِ بے خودی)

۱۱۔ امام حسینؑ کا اصولی مؤقف

امام حسینؑ کا اصولی مؤقف ہی آپؑ کے مقام کا آئینہ دار ہے، اس کی قبولیت دنیا میں ہوئی۔

تا نشیند آتش پیکار و کین
پشت پا زد بر سر تاج و نگین

انہوں نے حکومت کو ٹھکرا دیا تاکہ امت مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دشمنی کی آگ ختم ہو جائے۔ (رموزِ بے خودی)

۱۲۔ امام حسینؑ کا اسوۂ، اسوۂ حسنہ ہے

در نوائے زندگی سوز از حسین
اہلِ حق حریت آموز از حسین

سیدنا حسین (ؑ) کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہلِ حق نے آپ سے حریّت کا درس لیا۔ (رموزِ بے خودی)

۱۳۔ امام حسین علیہ السلام کا مقام فقر ہے

فقر عریاں گرمی بدر و حنین
فقر عریاں بانگ تکبیر حسین

فقر عریاں غزوات بدر و حنین کی گرمی ہے؛ فقر عریاں حضرت حسین (علیہ السلام) کی تکبیر کی آواز ہے۔ (پس چہ باید کرد)

۱۴۔ امام حسین علیہ السلام کا گھر کائنات کا رہنما ہے

قوت دین مبین فرمودہ اش
کائنات آئین پذیر از دودہ اش

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں دین مبین کی قوّت فرمایا ہے؛ ان کے خاندان سے کائنات کو قانون ملا ہے۔ (اسرارِ خودی)

۱۵۔ کائنات میں حسین علیہ السلام جیسا اور کوئی نہیں

قافلۂ حجاز میں ایک حسین علیہ السلام بھی نہیں
گرچہ ہے تاب دار ابھی گیسوئے دجلہ و فرات

۱۶۔ امام حسین علیہ السلام نمائندہ حق ہیں

موسیٰ و فرعون و شبیر و یزید
این دو قوت از حیات آید پدید

موسیٰ و فرعون اور شبیر و یزید؛ یہ دونوں قوتیں حیات ہی کا اظہار ہیں۔

زندہ حق از قوت شبیری است
باطل آخر داغ حسرت میری است

حق قوّتِ شبیری سے زندہ ہے؛ اور باطل کا انجام حسرت کی موت ہے۔ (رموزِ بے خودی)

در نوائے زندگی سوز از حسین
اہل حق حریت آموز از حسین

سیدنا حسین (علیہ السلام) کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہلِ حق نے آپ سے حریّت کا درس لیا۔ (رموزِ بے خودی)

۱۷۔ امامِ حسین علیہ السلام خلافتِ راشدہ کی اقدار کے محافظ

امام حسین علیہ السلام خلافتِ راشدہ کی حقیقی قدروں کے محافظ ہیں۔

چون خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حریت را زہر اندر کام ریخت

جب خلافت نے قرآن پاک سے اپنا رشتہ توڑ لیا تو اس نے حریت کے حلق کے اندر زہر انڈیل دیا۔

خاست آن سر جلوۂ خیرالامم
چون سحاب قبلہ باران در قدم

یہ حالت دیکھ کر بہترین امت کا وہ جلوہ یوں اٹھا جیسے قبلہ کی جانب سے بارش سے بھرپور بادل۔

بر زمین کربلا بارید و رفت
لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت

یہ بادل کربلا کی زمین پر برسا؛ اس نے ویرانے میں گل ہائے لالہ اگائے اور آگے بڑھ گیا۔

تا قیامت قطع استبداد کرد
موج خون او چمن ایجاد کرد

اس نے قیامت تک کے لیے استبداد کی جڑ کاٹ دی؛ اس کی موج سے ایک نیا چمن پیدا ہوا۔ (رموزِ بے خودی)

۱۸۔ امام حسین علیہ السلام سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

بہر حق در خاک و خون غلتیدہ است
پس بنای لاالہ گردیدہ است

سید نا حسین (علیہ السلام) حق کی خاطر خاک و خون میں لوٹے؛ اس لیے وہ لاالہ کی بنیاد بن گئے۔

مدعایش سلطنت بودی اگر
خود نکردی با چنین سامانِ سفر

اگر ان کا مقصود سلطنت حاصل کرنا ہوتا تو اتنے تھوڑے ساز و سامان کے ساتھ سفر اختیار نہ کرتے۔

دشمنان چون ریگ صحرا لاتعد
دوستان او بہ یزدان ہم عدد

دشمن ریگ صحرا کے ذرّوں کی مانند لا تعداد تھے اور ان کے دوست لفظ یزداں کے ہم عدد 72 تھے۔ (رموزِ بے خودی)

۱۹۔ امام حسین علیہ السلام کے عزم کی بلندی اور فکر کی پختگی

عزم او چون کوہساران استوار
پایدار و تند سیر و کامگار

ان کا عزم پہاڑوں کی مانند محکم، پائیدار، آمادہ بہ عمل اور کامیاب تھا۔ (رموزِ بے خودی)

ریگ عراق منتظر، کشت حجاز تشنہ کام
خون حسین بزدہ کوفہ و شام خویش را

ریگِ عراق منتظر ہے، حجاز کی سرزمین پیاسی ہے؛ اپنے کوفہ و شام کو پھر حسین (علیہ السلام) سے شاداب کیجیے۔ (زبورِ عجم)

۲۰۔ محافظِ دین و شریعت

امام حسین علیہ السلام محافظِ دین و شریعت اور محافظ لا الہ الا اللہ ہیں۔

تیغ بہر عزت دین است و بس
مقصد او حفظ آئین است و بس

تیغ صرف عزتِ دین کے لیے ہے؛ اس کا مقصد صرف شریعت کی حفاظت ہے۔

ماسوی اللہ را مسلمان بندہ نیست
پیش فرعونی سرش افگندہ نیست

مسلمان غیر اللہ کا بندہ نہیں ؛ وہ کسی فرعون کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتا۔

خون او تفسیر این اسرار کرد
ملت خوابیدہ را بیدار کرد

سیدنا حسین (علیہ السلام) کے خون نے اس راز کی تفسیر پیش کی: اور (اپنے عمل سے) ملّت خوابیدہ کو بیدار کر دیا۔ (رموزِ بے خودی)

تیغِ لا چون از میان بیرون کشید
از رگ ارباب باطل خون کشید

جب آپ نے ''لا'' کی تلوار میان سے باہر نکالی تو اہلِ باطل کی رگوں سے خون نچوڑ لیا۔

نقش الا اللہ بر صحرا نوشت
سطر عنوان نجات ما نوشت

انہوں نے صحرا کی سرزمین پر ''الا اللہ'' کا نقش رقم کیا؛ اور ان کی لکھی ہوئی سطر ہماری نجات کا عنوان بنی۔ (رموزِ بے خودی)

۲۱۔ امام حسین علیہ السلام قرآن کے رموز کے وارث ہیں

رمز قرآن از حسین آموختیم
ز آتش او شعلہ ہا اندوختیم

ہم نے قرآن پاک کے رموز سیدنا حسین (علیہ السلام) سے سیکھے ہیں؛ ان کی روشن کی ہوئی آگ سے ہم نے آزادی کے شعلے اکٹھے کیے ہیں۔ (رموزِ بے خودی)

۲۲۔ امام حسین علیہ السلام کی تربیت کس نے کی؟

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادران را اسوہ کامل بتول

سیدنا فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوہ کاملہ ہیں۔

آن ادب پروردہ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآن سرا

آپ (سلام اللہ علیہا) نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی؛ ہاتھ چکّی پیستے اور لبوں پر قرآن پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔

گریہ ہائے او ز بالین بے نیاز
گوہر افشاندی بدامان نماز

آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپ (سلام اللہ علیہا) نے تنگیٔ حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے) البتہ نماز کے دوران آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔

اشک او بر چید جبریل از زمین
ہمچو شبنم ریخت بر عرش برین

جبریل امین (علیہ السلام) آپ (سلام اللہ علیہا) کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرش بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔

رشتہ آئین حق زنجیر پاست
پاس فرمان جناب مصطفیٰ است

شریعت حقہ کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں ؛ مجھے جناب مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان کا پاس ہے۔

ورنہ گرد تربتش گردیدمی
سجدہ ہا بر خاک او پاشیدمی

ورنہ میں سیدہ فاطمہ (سلام اللہ علیہا) کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔ (رموزِ بے خودی)

☆ دخترانِ ملت کو نصیحت کرتے ہوئے اور اسوۂ سیدہ فاطمہؑ کو اسوہ کاملہ قرار دیتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں:

اگر پندی ز درویشی پذیری
ہزار امت بمیرد تو نمیری
بتول باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیری بگیری

اگر تو اس درویش کی نصیحت پلے باندھ لے،تو ہزار قومیں مر جائیں مگر تو نہیں مرے گا۔سیدہ فاطمہؑ کا اسوہ اپنا اور اس دور سے پنہاں رہ، تاکہ تو کسی شبیر کو جنم دے سکے۔ (ارمغان حجاز)

۲۳۔ اقبالؒ کا تصورِ موت اور مقام امام حسینؑ

ہر زمان میرد غلام از بیم مرگ
زندگی او را حرام از بیم مرگ

(نفس کا) غلام ہر لمحہ موت کے خوف سے مرتا ہے؛ موت کے ڈر سے اس کی زندگی حرام ہو جاتی ہے۔

بندہ آزاد را شانے دگر
مرگ او را می دہد جانے دگر

مگر اللہ تعالےٰ کے بندے کی شان یہ ہے کہ موت اسے نئی زندگی عطا کرتی ہے۔

او خود اندیش است مرگ اندیش نیست
مرگ آزادان ز آنی بیش نیست

اللہ تعالیٰ کے بندے کو اپنی فکر رہتی ہے (میں احکام الٰہی کا پابند ہوں یا نہیں) اسے موت کی فکر نہیں :اللہ والوں کی موت ایک لمحے سے زیادہ نہیں۔

بگذر از مرگی کہ سازد با لحد
زانکہ این مرگست مرگ دام و دد

چھوڑ اس موت کو جو قبر سے موافقت اختیار کر لیتی ہے، کیونکہ وہ موت چوپایوں کی موت ہے۔

مرد مومن خواہد از یزدان پاک
آن دگر مرگی کہ بر گیرد ز خاک

مرد مومن اللہ تعالیٰ سے اس موت کا طالب رہتا ہے جو اسے خاک سے اوپر اٹھا دیتی ہے۔

آن دگر مرگ انتہائے راہ شوق
آخرین تکبیر در جنگاہ شوق

وہ موت جو راہِ شوق کی انتہا ہے؛ جو میدانِ شوق میں بلند کیا جانے والا آخری نعرۂ تکبیر ہے۔

گرچہ ہر مرگ است بر مومن شکر
مرگ پور مرتضی چیزی دگر

اگرچہ مومن ہر موت کو شکر سے قبول کرتا ہے مگر سیدنا حسین (ؑ) کی موت اور چیز ہے۔

آنکہ حرف شوق با اقوام گفت
جنگ را رہبانی اسلام گفت

وہ ذات (ﷺ) جنہوں نے قوموں کو عشق کی بات بتائی، انہوں نے جہاد کو اسلام کی رہبانیت فرمایا۔

کس نداند جز شہید این نکتہ را
کو بخون خود خرید این نکتہ را

مگر اس نکتے کو شہید کے سوا اور کوئی نہیں سمجھتا کیونکہ وہ اس کو اپنا خون دے کر پاتا ہے۔ (جاوید نامہ)

علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام میں ذکرِ امام حسینؑ کا حق ادا کر دیا۔ اقبالؒ نے امامِ عالی مقامؑ کی شخصیت کے بے شمار پہلوؤں کا احاطہ کیا،لیکن مرکزی نکتہ جس پر اقبال کی ساری فکر کا ارتکاز ہے وہ پیغامِ حسینؑ سے ملنے والی حیاتِ نو ہے۔ اقبال ہمیں یہ پیغام دیتے ہیں کہ ذکرِ حسینؑ محض اجر و ثواب کی نیت سے نہ کرو، وہ تو ملے گا ہی، ذکرِ حسینؑ کا اصل جوہر تحرک، باطل سے عدمِ سمجھوتہ، دانش و بینش، دور اندیشی ہیں۔ ذکرِ حسینؑ سے یہ جواہر حاصل کرو۔ پیغامِ حسینؑ میں حیاتِ نو ہے، اسے حاصل کرو۔۔۔ پیغامِ حسینؑ میں انقلاب ہے، اسے حاصل کرو۔۔۔ پیغامِ حسینؑ میں جہدِ مسلسل ہے، اسے حاصل کرو۔۔۔ پیغامِ حسینؑ میں جذبۂ ایثار و قربانی ہے، اسے حاصل کرو۔۔۔ پیغامِ حسینؑ میں روحِ اسلام ہے، اسے حاصل کرو۔

❁❁❁❁❁

علم و عمل کی فضیلت کشف المحجوب کی روشنی میں

حضرت سید علی بن عثمان الہجویریؒ کی پوری زندگی تقویٰ و پرہیزگاری اور تعلیم و تربیت میں گزری

۲۰ صفر المظفر: یومِ وصال حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ کی مناسبت سے خصوصی تحریر

ڈاکٹر محمد عمران انور نظامی

قدوۃ الاولیاء حضرت سید علی بن عثمان الہجویری المعروف حضور داتا گنج بخشؒ عالمِ اسلام کی وہ نامور ہستی ہیں جنہوں نے برصغیر میں تبلیغِ دین کا فریضہ سرانجام دیا اور اِس ضلالت و گمراہی کے اندھیرے میں دینِ اسلام کی شمع فروزاں کی۔ اس علاقے کے بھٹکے ہوئے لوگوں کو سوئے منزل گامزن کیا۔ آپ انسانی ہمدردی اور غریب نوازی و سخاوت کی وجہ سے ''داتا گنج بخشؒ'' کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے۔ آپ نے اپنے علم و عمل اور معرفت سے لوگوں کو فیض یاب فرمایا۔ اسی وجہ سے آپ کا شمار برصغیر کے ممتاز اور جید صوفیاء کرام میں ہوتا ہے بلکہ آپ اس طبقۂ اولیاء و صوفیاء کے سرخیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مرجعِ خلائق بنایا اور آج بھی آپ کی درگاہ سے آپ کے فیوضات چار دانگِ عالم میں پھیل رہے ہیں۔ دانائے راز حضرت ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ (اسرار و رموز، ص:۵۱) آپ کی خدمت میں یوں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں:

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم
پاسبانِ عزتِ اُمُّ الکتاب از نگاہش خانۂ باطل خراب
خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت صبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

حضرت سید علی بن عثمان الہجویریؒ علم و عمل، تقویٰ و پرہیزگاری اور اخلاص و احسان سے مرقع ہیں، آپ کی ساری زندگی تعلیم و تربیت اور تصفیہ و تزکیہ کرتے ہوئے گزری۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری آپؒ کا تعارف یوں پیش کرتے ہیں:

''مخدومِ اولیاء سلطان الاصفیا حضرت شیخ علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخشؒ قدس سرہ العزیز اسی قدسی گروہ کے سرخیل ہیں جو امام الرسل، ہادیٔ سبل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی کمال محبت و متابعت سے ولایت کے ارفع و اعلیٰ مقام اور بلند مراتب پر فائز ہوکر خلافتِ الٰہیہ اور حضرت سیدالانبیاء ﷺ کی نیابتِ کبریٰ کے منصبِ جلیلہ پر متمکن ہوتے ہیں اور چونکہ انہوں نے اپنے آپ کو محبوبِ خدا کی محبت میں فنا کردیا ہوتا ہے، انہیں بھی مقامِ محبوبیت عطا ہوجاتا ہے اور وہ زمین پر خلیفۃ اللہ اور مظہرِ انوارِ خدا اور نائبِ محبوبِ خدا ہوتے ہیں۔'' (مقدمہ کشف المحجوب، مترجم: ابوالحسنات سید محمد احمد شاہ قادری، ص:۵)

حضرت سید علی ہجویریؒ کی شہرۂ آفاق تصنیف ''کشف المحجوب'' تصوف کی بنیادی کتب میں شمار ہوتی ہے اور خواص و عام میں بہت مقبول ہے، اگرچہ یہ فارسی زبان میں لکھی گئی ہے مگر دنیا کی بیشتر زبانوں میں اس کے تراجم ہوچکے ہیں۔ اردو زبان میں بھی اس کے بے شمار تراجم ہوچکے ہیں۔ ان میں سے ایک ترجمہ علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادریؒ نے کیا، جو خاصا مقبول ہے۔ اس کے مقدمہ میں حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ کشف المحجوب کا تعارف کرواتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''داتا گنج بخشؒ کی تصنیفِ منیف کشف المحجوب جو انہوں نے آغوشِ رحمتِ خداوندی میں بیٹھ کر لکھی ہے۔ مسائلِ شریعت،

طریقت اور معرفت کا ایک بیش بہا خزانہ ہے اور اولیاءِ متقدمین کے حالاتِ بابرکات اور ان کی مقدس تعلیمات کا بہترین خزینہ ہے، نیز فارسی زبان میں تصوف اور احسان پر لکھی جانے والی یہ سب سے پہلی کتاب ہے اور اسے ہر دور کے اولیاء اور صوفیاء کرام نے تصوف کی بہترین کتاب قرار دیا ہے۔ کشف المحجوب کاملین کے لیے رہنما ہے تو عوام کے لیے پیر کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ عوام میں سے اس کا مطالعہ کرنے والوں کو دولتِ عرفان و ایقان حاصل ہوتی ہے اور شکوک و شبہات کی وادی میں بھٹکنے والے یقین کی دنیا میں آباد ہوجاتے ہیں اور اس کے بار بار مطالعہ سے نئے نئے انکشافات ہوتے ہیں۔‘‘

آپ اپنی اس شہرہ آفاق تصنیفِ لطیف کے نام کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’میں نے اس کتاب کا نام ’’کشف المحجوب‘‘ رکھا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ کتاب کا عنوان ہی اس کے اندر ذکر کیے گئے مضامین کی نشاندہی کردے۔ اہلِ بصیرت جب اس نام کو سنیں گے تو جان لیں گے کہ اس میں کیا کچھ ہے۔‘‘ (ایضاً، مقدمہ)

اس ضمن میں آپؒ نے حجاب کی دو قسمیں ’’رینی‘‘ اور غینی‘‘ ذکر فرمائی ہیں اور فرمایا کہ ’’رینی‘‘ حجاب تو ان لوگوں کا ہے جن کے بارے میں قرآن مجید نے یہ خبر دی ہے کہ ’’خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ‘‘ (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے)۔ (البقرۃ:۷) پھر آپؒ فرماتے ہیں:

’’میں نے اس کتاب کو اس لیے لکھا کہ یہ ان دلوں کے زنگ کو دور کرے جو حجاباتِ غینی میں مبتلا ہوں مگر نورِ حق کی جھلک ان کے اندر موجود ہو، اس کتاب کو پڑھنے کی برکت سے حجابِ غینی اٹھ جائے اور حقیقت کی راہ روشن ہوجائے۔ جن لوگوں کی سرشت انکارِ حق اور اختیارِ باطل ہے، وہ اس کی مدد سے راستہ نہیں پائیں گے اور ان کو مشاہداتِ حق نصیب نہیں ہوں گے۔‘‘ (کشف المحجوب، مقدمہ)

کشف المحجوب کے ابواب کی تعداد چالیس ہے اور فصول کی تعداد بھی چالیس ہے۔ اور اس کے علاوہ گیارہ کشف الحجاب ہیں۔ آپؒ نے اس کتاب میں ۲۸۴ سے زائد آیاتِ قرآنی، ۱۷۲ احادیثِ طیبات سے استدلال کیا ہے اور اس میں تقریباً ۷۶ عربی اشعار بطورِ استشہاد ذکر کیے ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان کا ایک ادبی شاہکار ہے۔ یہ بات اس امر کی غماز ہے کہ متقدمین صوفیاء کس قدر اعلیٰ درجے کا علمی اور ادبی ذوق رکھتے تھے۔

حضور داتا گنج بخش علی ہجویریؒ نے اپنی اس زندہ و جاوید تصنیفِ لطیف کا آغاز ’’کتاب العلم‘‘ سے کیا۔ یہ بات اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کردیتی ہے کہ حصولِ علم اہلِ تصوف کے لیے کس قدر اہم اور ضروری ہے اور کسبِ علم کے ساتھ اس پر عمل کرنا اس سے بھی زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ جملہ صوفیاء کرام نے ہمیشہ ان دونوں چیزوں پر زور دیا ہے کہ علم بھی ہو اور پوری طرح اس علم پر عمل بھی ہو۔ موجودہ دور میں بھی پچھلے ادوار کی طرح اعتراض کیا جاتا ہے کہ صوفیا کا طبقہ علم سے دور ہوتا ہے اور عمل سے عاری ہوتا ہے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ جو حقیقی سالکِ راہِ تصوف ہوتا ہے وہ علم و عمل کی سیڑھی کے ذریعے ہی مقاماتِ رفیعہ پر پہنچتا ہے۔

صوفیاء کرام اس علمی ذوق کے ساتھ ساتھ سب سے زیادہ عمل پر توجہ دیتے ہیں۔ حضرت شیخ سید علی بن عثمان الہجویریؒ نے بھی اپنی کتب کے پہلے باب کا نام ’’اثباتِ علم‘‘ درج فرماکر یہ واضح کردیا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اپنے ذہن میں یہ بات راسخ کرلے کہ علم کے بغیر اگلی کوئی منزل حاصل نہیں ہوسکتی۔

رسولِ اکرم نورِ مجسم رحمتِ عالم ﷺ کی بعثت کے بنیادی چار مقاصد قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں:

۱۔ تلاوتِ قرآن مجید ۲۔ تعلیمِ کتاب
۳۔ تعلیمِ حکمت ۴۔ تزکیۂ نفس

(البقرۃ: ۱۲۹، ۱۵۱۔ آل عمران: ۱۶۴۔ الجمعہ:۲)

ان چار بنیادی مقاصد میں تعلیمِ کتاب و حکمت کو اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم کے بعد اس پر عمل کرنے کا نام تزکیہ ہے۔ طبقۂ صوفیاء بھی تبلیغ دین کا کام انہی چار مقاصد کی بنیاد پر ہی

کرتے ہیں اور تعلیمِ دنیا اور تزکیۂ نفس کو عملی جامہ پہناتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت امام مالکؒ کا مشہور قول ہے:

من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم تفقه فقد تزندق ومن جمع بينهما فقد تحقق.

(ملا علی القاری، شرح عین العلم وزین الحلم، ج:۱،ص: ۳۳)

’’جس نے علمِ فقہ میں مہارت حاصل کی لیکن تصوف سے نابلد رہا وہ فاسق ہوگیا اور جس نے تصوف میں کمال حاصل کیا لیکن فقہ سے ناآشنا رہا وہ زندیق ہوگیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا اس نے حقیقت کو پالیا‘‘

حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی غوث اعظمؒ فرماتے ہیں:

درست العلم حتى صرت قطبا ونلت السعد من مولى الموالى. (صحیفہ غوثیہ شرح قصیدہ غوثیہ، شارح مولانا قلندر علی، ص: ۱۹۳)

’’میں نے علم پڑھا حتی کہ قطب ہوگیا اور میں نے خدا تعالیٰ کی مدد سے سعادت کو پالیا‘‘

حضرت محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیاءؒ فوائد الفواد میں فرماتے ہیں:

پیرآں چناں باید کہ در احکام شریعت وطریقت وحقیقت عالم باشد وچوں ایں چنیں باشد از خود ہیچ نامشروع نفرمائید۔

’’پیر ایسا ہونا چاہیے جو شریعت، طریقت اور حقیقت کے احکام کا علم رکھتا ہو اگر ایسا ہوگا تو وہ کسی ناجائز بات کے لیے نہ کہے گا۔‘‘

علم اور عمل دونوں کی اہمیت کے پیشِ نظر حضرت داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب کے پہلے باب ’’اثبات العلم‘‘ میں واضح طور پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؒ نے اس باب کی پہلی فصل میں علم اور عمل کی فضیلت اور بے علمی و بدعملی کی مذمت فرمائی ہے۔

علمِ ضروری کیا ہے؟

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں:

’’واضح رہے کہ اقسامِ علم بے حد ہیں اور عمرِ انسانی نہایت قلیل ہے۔ اس لیے تمام علوم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض نہیں مثلاً: علمِ نجوم، علمِ حساب، علمِ صنائع و بدائع وغیرہ۔ مگر ان علوم میں سے اتنا حاصل کرنا لازمی اور ضروری ہے جس کی شریعتِ مطہرہ میں ضرورت ہے۔ جیسے علمِ نجوم تو اس کا اتنا جاننا ضروری ہے جس سے رات دن کے اوقات، صوم و صلوٰۃ کے اوقات جانے جاسکیں۔ علمِ طب اس قدر ضرور پڑھا جائے جس سے انسان صحت کی حفاظت، عوارضاتِ مرض سے کرسکے۔ اسی طرح علمِ ریاضی اس قدر پڑھنا ضروری ہے جس سے علمِ فرائض آسانی سے سمجھ سکے۔ غرضیکہ علم اس قدر حاصل کرنا ضروری ہے جس سے حوائجِ شرعیہ پورے ہوسکیں۔ (کشف المحجوب، ص: ۸۴)

علم اور عمل میں افضلیت

حضرت داتا گنج بخشؒ نے علم اور عمل کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور ایسے علوم کو بے منفعت قرار دیا ہے جو علم والے کو عمل سے دور رکھے۔ اس سلسلے میں فرماتے ہیں:

’’میں نے عوام میں ایک گروہ دیکھا کہ وہ علم پر عمل کو فضیلت دیتا ہے اور ایک جماعت دیکھی ہے جو عمل پر علم کو مقدم رکھتی ہے اور درحقیقت یہ دونوں باطل پر تھے۔ کیونکہ علم کے بغیر عمل، درحقیقت عمل نہیں ہوتا۔ عمل اسی وقت عمل شمار ہوگا جب اس کے ساتھ علم بھی موجود ہو۔ جس کی بدولت انسان ثواب کا کا مستحق بنتا ہے۔ جیسے نماز کے حوالے سے انسان کو طہارت کے احکام اور پانی کے پاک ہونے کا علم نہ ہو تو وضو صحیح نہیں ہوسکتا۔ قبلہ کی سمت کا اگر علم نہیں تو نماز درست نہیں۔ اسی طرح جب تک نیت کے معنی اور اس کی حقیقت کا علم نہ ہو تو نماز بے کار ہے۔ اسی طرح اگر ارکانِ نماز نہیں جانتا تو پھر نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ عمل، علم سے قریب ہوتا ہے۔ وہ جاہل جو علم کو عمل سے علیحدہ کررہا ہے اور عمل کو علم پر فضیلت دے رہا ہے، محض لغو اور بناء علی الباطل ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ علم کا وجود بغیر عمل نہیں۔‘‘ (ایضاً، ص:۸۶)

بے عمل عالم کی مذمت

حضرت داتا گنج بخشؒ نے علم کے ساتھ ساتھ عمل پر زور دیا ہے۔ اگر کوئی عالم ہو اور وہ عمل سے عاری ہے تو اس کے بارے میں آپؒ نے فرمایا: ''اس مسئلہ میں دو فرقے ہیں: ایک وہ ہے جو لوگوں کو علم کے باعث بلند مرتبے کا حامل سمجھتا ہے اور اعمال کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ یہ لوگ علم کی تہہ تک پہنچے بغیر عمل کو اس سے الگ تصور کرتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت نہ علم رکھتے ہیں اور نہ ہی یہ لوگ عمل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک جاہل کہتا ہے ''قال نہیں ہونا چاہیے بلکہ حال ہونا چاہیے''۔ اور دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ ''عمل ہونا چاہیے، علم کی کوئی بات نہیں۔''

حضرت ابراہیم ادہمؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ایک پتھر پڑا دیکھا جس پر یہ تحریر تھا ''مجھے پلٹ اور پڑھ'' میں نے الٹا کر دیکھا تو اس پر یہ لکھا تھا:

انت لا تعمل بما تعلم فكيف تطلب عملا مالا تعلم.

''تم جس چیز کا علم رکھتے ہو اس پر عمل نہیں کرتے تو پھر جس چیز کے بارے میں علم نہیں ہے تو اس عمل کی طلب کیوں کرتے ہو۔''

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے علم پر عمل نہیں کرتے تو یہ بات ناممکن ہے تم ایسی چیز کا عمل طلب کرو جس سے تم واقف نہیں ہو۔ یعنی سب سے پہلے تمہیں جس چیز کا علم ہے تم اس پر عمل کرو تاکہ اس کی برکت کی وجہ سے اس چیز کا بھی علم حاصل کرلو جو ابھی تمہاری معلومات کے دائرے سے باہر ہے۔'' (ایضاً، ص: ۸۷)

حضرت علیؓ نے فرمایا: اے حاملین قرآن! قرآن مجید پر عمل کرو، کیونکہ عالم وہ شخص ہے جو اپنے علم پر عمل کرے اور اس کا عمل اس کے علم کے موافق ہو۔ عنقریب کچھ لوگ علم حاصل کریں گے لیکن وہ علم ان کے گلے سے نیچے نہیں اترے گا، ان کی خلوت ان کی جلوت کے خلاف ہوگی اور ان کا عمل ان کے علم کے خلاف ہوگا۔ وہ حلقوں میں بیٹھ کر ایک دوسرے پر فخر کریں گے حتی کہ اگر ایک عالم کا حلقہ بگوش اس کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے حلقہ میں بیٹھ جائے تو وہ اس پر غضب ناک ہوگا اور اس کو چھوڑ دے گا، ان حلقوں سے ان لوگوں کے اعمال اللہ تعالیٰ تک نہیں پہنچیں گے۔ (ہندی، کنزالعمال، ج:۱، ص:۲۷۲)

تنظیمات متوجہ ہوں!

تحریک کا حبیب بینک والا فریڈم اکاؤنٹ بند کردیا گیا ہے۔ آئندہ سے میزان بینک کے درج ذیل اکاؤنٹ میں زرِتعاون بھیجا جائے۔ شکریہ

IDARA MINHAJ UL QURAN TANZIMAAT

0293010366604 Meezan Bank

منجانب: نظامتِ ممبرشپ

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جنت کے بعض لوگوں نے جہنم میں کچھ لوگوں کو دیکھا، انہوں نے کہا: تم جہنم میں کیسے چلے گئے؟ حالانکہ ہم تمہاری تعلیم کی وجہ سے جنت میں گئے ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم لوگوں کو حکم دیتے تھے اور خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (ایضاً، ج:۱۰، ص:۲۷۲)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس کو اللہ نے اس کے علم سے نفع اندوز نہیں کیا۔ (ایضاً، ج:۱۰، ص:۲۰۸)

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ بغیر عمل کے عالم اس چراغ کی طرح ہے جو اپنے آپ کو جلاکر لوگوں کے لیے روشنی کرتا ہے۔ (اور اپنی ذات کو نقصان پہنچاتا ہے)۔ (ایضاً، ج:۱۰، ص:۲۱۰)

خلاصۂ کلام

حضرت داتا گنج بخشؒ جو بذاتِ خود ایک عالمِ دین، عمل کے پیکر، تقویٰ و پرہیزگاری میں اعلیٰ درجے پر فائز، صوفیٔ باصفا اور ولیٔ کامل تھے۔ آپ نے علم اور عمل کو لازم و ملزوم قرار دیا ہے اور تھوڑے علم کے ساتھ زیادہ عمل کی تلقین فرمائی ہے۔ نافع اور غیر نافع علم کی وضاحت فرمائی ہے اور ایسے علماء جو اپنے علم پر عمل پیرا نہیں ہوتے ان کی مذمت فرمائی ہے اور آخرت میں جو ان کے لیے وعید اور عذاب ہے اس کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ موجودہ دور میں سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ علم کے حصول کے ساتھ ساتھ اُس پر پوری طرح عمل کیا جائے اور جاہلوں والی سفلی حرکات سے پوری طرح اجتناب کیا جائے۔ یہی عمل دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا باعث ہے۔ ❁❁

صحت مند معاشرے کی تشکیل میں تربیت کا کردار

سیرت و کردار کی تخم ریزی کا اصل مقام دل ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے انبیاء و رسلِ عظام مبعوث فرمائے

تربیت جسم و روح کو سراپا جمال بناتی اور درجۂ کمال تک پہنچاتی ہے

محمد الیاس اعظمی☆

ایک متوازن اور صحت مند معاشرہ کی تشکیل کس قدر اہم ہے اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ انسانیت کی طرف آخری الوہی ضابطۂ حیات قرآن مجید کے آغاز ہی میں خلاقِ عالم نے لاتعداد صفات سے متصف ہونے کے باوجود اپنا تعارف اپنی جس صفت سے کائناتِ انسانی کو کروایا، وہ صفت تربیت ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ (الفاتحۃ:۱)

’’سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔‘‘

جب ہم اپنی اردگرد پھیلی ہوئی وسیع و عریض کائنات اور اس کی بوقلمونیوں کی طرف نظر دوڑاتے ہیں تو اس کی ہر ہر اکائی میں ترقی و ارتقاء اور اس مسحور کن اعتدال و توازن میں خالقِ کائنات کی اس صفتِ تربیت و ربوبیت کا علی وجہ الکمال مشاہدہ کرتے ہیں اور اس کائنات کا ہر وجود ہمیں اس کی صفتِ ربوبیت پر ناطق گواہ نظر آتا ہے۔

تربیت کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

’’تربیت‘‘ عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کا مادہ ’’ربّ‘‘ ہے اس کا معنی ’’اصلاح کرنا‘‘ اور ’’پالنا‘‘ کے آتے ہیں۔ اسی طرح اس میں ’’کسی کام کو درست کرنے‘‘ کا معنی بھی پایا جاتا ہے۔

امام راغب اصفہانی لفظ ’’ربّ‘‘ کا معنی لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

رب الرب فی الاصل التربیة وهو انشاء الشی حالا فعالا الی حدالتمام.

’’ربّ کا معنی ہے پالنے والا اور پروردگار جو کسی چیز کی اس طرح تربیت کرے کہ وہ حدِ کمال کو پہنچ جائے۔‘‘

(الراغب الاصفہانی، الامام المفردات فی غریب القرآن کتاب الراء، بذیل مادہ ر،ب)

☆ تربیت کا اصطلاحی مفہوم مختلف فلاسفہ اور ماہرین نے اپنے اپنے انداز میں بیان کیا ہے۔ چند ماہرین کی آراء ملاحظہ ہوں:

افلاطون تربیت کا معنی یوں واضح کرتا ہے:

’’تربیت جسم و روح کو سراپا جمال بناتی ہے اور ان دونوں کو درجہ کمال تک پہنچاتی ہے۔‘‘

ارسطو کے الفاظ میں:

’’تربیت عقل کو حصولِ علم کے لیے تیار کرتی ہے جس طرح زمین کھیتی باڑی کے لیے تیار کی جاتی ہے۔‘‘

ملٹن کے نزدیک تربیت کا مفہوم کچھ یوں ہے:

’’تربیت وہ جوہر ہے جو انسانوں کو ہر کام کا اہل بنادیتا ہے خواہ وہ کام کسی نوعیت کا کیوں نہ ہو، یہ طبیعت میں گہرائی، سوجھ بوجھ اور مہارت پیدا کرتی ہے خواہ امن کا زمانہ ہو یا جنگ کا۔‘‘

☆ لیکچرار، کالج آف شریعہ، منہاج یونیورسٹی لاہور

(شہباز خان، ڈاکٹر، اسلامی نقطہ نظر سے تربیت اساتذہ، ص۱۱۹)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے نزدیک تربیت کا مفہوم کچھ یوں ہے:

’’جب فرد نخوت اور ھوٰی و ہوس سے پاک اور جذباتِ خیر و احسان سے مملو ہوگا تو وہ اعضا کے افعال کے خطوط مدارج کی طرف متعین کرے گا اور شخصیتِ انسان مرتضیٰ کے مرتبے پر فائز ہوگی جس سے اجتماع یعنی معاشرہ میں خیرات و حسنات کی بہار آئے گی۔‘‘ (منہاج الافکار، جلد سوم، ص۵۶)

مسلم و غیر مسلم مفکرین کی پیش کردہ تربیت کی تعریفات و مفاہیم کا خلاصہ یہ ہے کہ صحت مند معاشرے کی تشکیل اور معاشرتی اعتبار سے فیض رساں اور مفید انسان کی تیاری کے لیے اس کی اخلاقی و روحانی تربیت کا عمل انتہائی ناگزیر ہے جس کو کسی بھی سطح اور کسی بھی لمحے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

اخلاقی و روحانی تربیت کا الوہی انتظام

ایک انسان کی تربیت اور اسے روحانی اعتبار سے درجۂ کمال تک پہنچانے کا عمل اس ذاتِ حق کو اس قدر محبوب ہے کہ اس نے انسان کو پیدا فرما کر اسے ’’احسن التقویم‘‘ کے ممتاز ترین لقب سے نوازنے کے باوجود اس کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے نبوت و رسالت کا ایک مستقل سلسلہ شروع فرمایا۔ ان حاملینِ نبوت و رسالت کا وظیفہ ہی یہ قرار پایا کہ وہ اخلاق رذیلہ کی جگہ اخلاقِ عالیہ اور اعمالِ صالحہ کے ذریعے سے انسان کے قلب و روح اور اس کے ظاہر و باطن کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا فریضہ سرانجام دیں۔ چنانچہ اس سلسلہ نور و نگہت کے آخری آفتاب و ماہتاب حضور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے فرائضِ نبوت کو بیان کرتے ہوئے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ، ۲: ۱۵۱)

’’اسی طرح ہم نے تمہارے اندر تمہی میں سے (اپنا) رسول بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت وحقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔‘‘

مذکورہ آیتِ کریمہ کی روشنی میں گویا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا محبوب و مطلوب وظیفہ قعرِ مذلت میں گری ہوئی انسانیت کی ظاہری و باطنی تربیت و اصلاح ہی ہے اور پھر آپ ﷺ نے اپنے اس منصبی فریضہ کو بتمام و کمال اس طرح ادا فرمایا کہ جس طرح اس کا حق تھا۔ وہ معاشرہ جس میں رہنے والا انسان از سرتاپا کفر و شرک، ضلالت و گمراہی اور رذائلِ اخلاق کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا ہوا تھا، جہاں انسانیت عملی طور پر بہیمیت کا روپ دھار چکی تھی، شرافت و نجابت نام کی کوئی چیز اس معاشرے میں دور دور تک کہیں نظر نہ آتی تھی اور وہ معاشرہ جو اس دھرتی پر انسانیت کے لیے آزار بن چکا تھا، ایسا معاشرہ مزکی اعظم نبی محتشم ﷺ کی نگاہِ ناز اور فیضِ تربیت سے اس طرح تشکیل پاتا ہے کہ وہ ہمدوشِ ثریا ہی نہیں ہوتا بلکہ اس معاشرے سے تعلق رکھنے والا ہر شخص رشکِ ملائکہ قرار پاتا ہے۔ اس نبوی مرکزِ تربیت کے فیض یافتگان میں سے صرف ایک رجلِ عظیم کی مثال ملاحظہ ہو:

’’حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور ﷺ کی مجلس میں تھے۔ آپ ﷺ نے وعظ فرمایا جس سے دل نرم ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور اپنی حقیقت ہم پر ظاہر ہوگئی۔ حضور ﷺ کی مجلس اٹھ کر میں گھر آیا، بیوی بچے پاس آگئے اور کچھ دنیا کا ذکر شروع ہوگیا اور بیوی بچوں کے ساتھ ہنسنا، بولنا اور مذاق شروع ہوگیا اور وہ حالت جاتی رہی جو حضور ﷺ کی مجلس میں تھی۔ دفعتاً خیال آیا کہ میں پہلے کس حال میں تھا اور اب کیا ہوگیا ہوں؟ میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو منافق ہوگیا کہ ظاہر میں حضور ﷺ کے سامنے وہ حال تھا اور اب گھر میں آکر یہ حالت ہوگئی۔ میں اس حالت پر افسوس کرتا ہوا گھر سے باہر نکلا کہ حنظلہ آج تو منافق ہوگیا ہے۔

سامنے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لا رہے تھے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ حنظلہ تو منافق ہوگیا۔ وہ سن کر فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! کیا کہہ رہے ہو؟ ہرگز نہیں۔ میں نے صورت بیان کی کہ ہم لوگ جب حضور ﷺ کی خدمت میں

ہوتے ہیں تو ہم لوگ ایسے ہوجاتے ہیں، گویا جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں؛ اور جب حضور ﷺ کے پاس سے آجاتے ہیں؛ تو بیوی بچوں اور جائیداد وغیرہ کے دھندوں میں پھنس کر ہم اس کو بھول جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ بات تو ہمیں بھی پیش آتی ہے۔ اس لیے دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حنظلہ نے جاکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں تو منافق ہوگیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا ہوا؟ حنظلہ نے عرض کی کہ جب ہم لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ جنت و دوزخ کا بیان فرماتے ہیں، تب تو ہم ایسے ہوجاتے ہیں گویا وہ ہمارے سامنے ہیں، لیکن جب خدمتِ اقدس سے اٹھ کر واپس جاتے ہیں تو بیوی بچوں اور دنیا کے دھندوں میں لگ کر ان کو بھول جاتے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر تمہارا ہر وقت یہی حال رہے جیسا میرے سامنے ہوتا ہے تو فرشتے تمہارے ساتھ تمہارے بستروں اور راستہ میں مصافحہ کریں۔'' (صحیح مسلم، کتاب التوبہ)

حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ تو اس معاشرہ کے فرد تھے، جس کا حال آپ پڑھ چکے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے فکر و نظر اور قلب و باطن میں یہ تبدیلی کیوں کر اور کیسے پیدا ہوگئی؟ اس سوال کا جواب صرف ایک ہی ہے کہ یہ سب اس مربی عظیم کی صحبت و تربیت کا کرشمہ تھا کہ انسان ظاہراً اور باطناً پورے کا پورا بدل گیا۔ اس موقع پر مجھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ کا ہم زبان ہوکر کہنے دیجئے کہ:

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آگیا
اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام

انسانی تزکیہ و اصلاح اور تربیت کا یہ الوہی سلسلہ وجودِ محمدی ﷺ کی صورت میں اپنے منتہائے کمال کو پہنچ کر ہمیشہ کے لیے منقطع ہوگیا اور دنیائے انسانی کو آئندہ کسی نئی نبوت و رسالت اور وحی سے ہمیشہ کے لیے بے نیاز کردیا گیا ہے، اب قیامت تک نہ کوئی نیا نبی آئے گا اور نہ کوئی وحی و کتاب اتاری جائے گی۔ بقول علامہ محمد اقبالؒ

پس خدا بر ما شریعت ختم کرد
بر رسول ما رسالتؑ ختم کرد
رونق از ما محفل ایام را
او رسل را ختم و ما اقوام را
لا نبی بعدی ز احسان خدا است
پردہ ناموس دین مصطفیٰؐ است

حضور نبی اکرم ﷺ کے اپنے رفیق اعلیٰ سے مل جانے کے بعد تزکیہ نفوس اور اصلاحِ احوال کی ذمہ داری امتِ محمدیہ ﷺ کے علاوہ مشائخ کے کندھوں پر ڈال دی گئی ہے۔ چنانچہ عہد صحابہ سے لے کر آج کے اس دور تک ملتِ اسلامیہ کے صنادید تصوف و طریقت اور علماء شریعت نے جس خوش اسلوبی سے اس فریضہ کو نبھایا ہے، وہ تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخِ انسانی کا بھی ایک سنہری باب ہے۔ ایسے داعیانِ حق اور مربیان کی فہرست اس قدر طویل ہے کہ اگر صرف ان کے اسماء گرامی ہی لکھے جائیں تو بھی ایک دفتر تیار ہوجائے۔

دعوت و تربیت اور افلاکِ اصلاح و ارشاد کے جملہ نیّرِ تاباں کے فیضِ تربیت سے بادیۂ ضلالت میں سرگرداں لاکھوں انسان اکتسابِ فیض کرکے آسمانِ رشد و ہدایت پر جگمگا اٹھے۔ حضرت علامہ محمد اقبالؒ نے ملتِ اسلامیہ کے اس اعزاز و شرف کا یوں اظہار کیا ہے:

خدمت ساقی گری با ما گذاشت
داد ما را آخرین جامی کہ داشت

دینی نقطۂ نظر سے تربیت کی اہمیت

ایک اچھے انسان کی تیاری اور اس کی سیرت و کردار کی تخم ریزی کا اصل مقام دل ہے۔ جب تک اس کی اصلاح نہیں ہوتی، اس وقت تک ایک پاکیزہ خصلت اور روحانی الطبع انسان وجود میں نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حیاتِ انسانی کی روحانی تشکیل اور اس کی اخلاقی اور اصلاحی تربیت کے سرچشمے قرآن

مجید اور سنتِ نبوی ﷺ دونوں قلبِ انسانی کی روحانی تربیت پر زور دیتے ہیں۔ چنانچہ کفار مکہ کی طرف انکارِ حق پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن مجید میں فرمایا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓی اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ز وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ. (البقرہ،۲: ۷)

''اللہ نے (ان کے اپنے اِنتخاب کے نتیجے میں) ان کے دلوں اور کانوں پر مُہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ (پڑ گیا) ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔''

گویا جب کفار نے حق کا انکار کردیا تو اس کے نتیجہ میں ان کے دلوں پر شقاوت و بدبختی کی مہر لگ گئی۔ اب تو وہ سماعِ حق اور بصیرت کی دولت سے محروم ہوگئے۔ یوں ان کے کان سننے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود اس وقت سے محروم ہوگئے ہیں۔ چنانچہ ان کی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے ارشادفرمایا:

صُمٌّ م بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ. (البقرہ،۲:۱۸)

''یہ بہرے، گونگے (اور) اندھے ہیں پس وہ (راہِ راست کی طرف) نہیں لوٹیں گے''۔

جب کفار، حق دیکھنے اور سننے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھے ہیں تو وہ اس کو اپنی زبان سے کیوں کر بیان کرسکتے ہیں؟ یہ کمال درجہ کی بدبختی ہے۔ قرآن مجید بیان کرتا ہے:

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ج فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ. (الحج،۲۲:۴۶)

''تو کیا انہوں نے زمین میں سیر و سیاحت نہیں کی کہ (شاید ان کھنڈرات کو دیکھ کر) ان کے دل (ایسے) ہو جاتے جن سے وہ سمجھ سکتے یا کان (ایسے) ہو جاتے جن سے وہ (حق کی بات) سن سکتے، تو حقیقت یہ ہے کہ (ایسوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں لیکن دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں۔''

احادیثِ مبارکہ میں حضور ﷺ نے بھی انسانی سیرت و کردار و اصلاح و حفاظت کا خصوصی حکم دیا ہے۔ ارشاداتِ قرآنی اور فرامینِ نبوی ﷺ کے مطابق جب دل کی یہ اہمیت ہے کہ اگر بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے تو اس سے مفہوم مخالف کے طور پر بدیہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر یہ درست ہو تو انسان کے تمام اعضا کے احوال کو بھی حسنِ فعل کے اعتبار سے نقطہ کمال تک پہنچا دیتا ہے۔ بدنِ انسانی کے اندر دل کی اس اہمیت اور قرآنی حقائق کی تصدیق کرتے ہوئے مربی اعظم ﷺ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا:

الا ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وهی القلب. (۱۵)

''خبردار! بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور جب اس میں فساد واقع ہوجائے تو سارا جسم فساد زدہ ہوجاتا ہے اور خبردار رہو کہ وہ لوتھڑا یہ دل ہے۔''

یہ حقیقت ہے کہ آج ہماری معاشرتی و سماجی زندگی کے تمام تر بگاڑ کی واحد اور سب سے بڑی وجہ دلوں کا بگاڑ ہی ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے الفاظ میں:

''اگر قلب فساد کا شکار ہوجائے گا تو رذائلِ نفس اس کے جوہرِ آئینہ پر پردہ ڈال دیں گے تو شخصیت تباہ ہوکر رہ جائے گی اور احسن التقویم کی باعظمت و رفیع منزل سے گر جائے گا اور اپنی بداعمالیوں کے سبب دل کے روحانی امراض میں مبتلا ہوکر اسفل السافلین کے قعرِ مذلت میں غرق ہوجائے گا اور پھر اچھوت کی بیماری کی طرح فسادِ قلب اور فسادِ شخصیت کی حدیں عبور کرکے فساد فی الارض کا سبب بن جائیں گے۔''

(منہاج الافکار، جلد سوم، ص۵۶)

اس ساری بحث کے نتیجہ میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہماری آج کی نجی و سماجی اور سیاسی و مذہبی زندگی کے اندر جو خرابیاں در آئی ہیں، ان سب سے نجات اور خلاصی پانے کے لیے آج ملتِ اسلامیہ کو اشد ضرورت ہے کہ تعمیرِ سیرت اور تربیتِ اخلاق کی طرف توجہ دیں۔ جب تک مادیت زدہ معاشرے میں روحانی الذہن، روحانی الطبع اور روحانی الفطرت انسان تشکیل نہیں پائے گا، اس وقت تک درماندہ راہ انسان نہ تو تشکیک سے نکل سکتا ہے اور نہ ہی مادیت کی گمراہی سے نکل کر نورِ ہدایت کی طرف گامزن ہوسکتا ہے۔

❁❁❁❁❁

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی اور روحانی مقام

شیخ الاسلام علم و عمل کے الماس ہیں، الماس ایک ایسا نایاب ہیرا ہے جو آتش فشاں کے پھٹنے پر سطحِ زیریں سے دامنِ فرش کی زینت بنتا ہے، الماس کی شناخت ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں، اس کی پہچان بھی خداداد صلاحیتوں کا حامل جوہری ہی کرتا ہے

محمد شفقت اللہ قادری

آخری حصہ

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ لاریب ''وہ علمی و منطقی فلسفۂ زیست'' ہیں جو عقل وشعور میں علم وحکمت کے ایسے چراغ روشن کررہے ہیں کہ آئندہ آنے والی صدیاں بھی ان سے منور ہوتی رہیں گی۔ شیخ الاسلام کی فکرو فلسفہ اور تعلیمات کو سمجھنے کیلئے فقط فرشی ہی نہیں بلکہ عرشی خیرات، فیوضاتِ الوہی، فیوضاتِ علمی، فیوضاتِ روحانی اور کشفی رموز و معارف کے منبعِ اَبحارِ بیکراں کا شناور ہونا لازم ہے۔ ان کے علمی اور روحانی فیوضات کے حصول کی تمنا رکھنے والا اگرچہ علم و معارف کے سات سمندر پینے والا نہ ہومگر کم از کم علوم و معارف کے سمندر سے اس کا قلب و ذہن تر ضرور ہوا ہو۔علوم و معارف کے سات سمندر درج ذیل ہیں:

۱۔بحرِ طلبِ جستجو ۲۔بحرِ ظرفِ اِستغناء
۳۔بحرِ علمیت ۴۔بحرِ حکمت و دانش
۵۔بحرِ عشق وجنوں ۶۔بحرِ جاذبیت و وسعت
۷۔بحرِ تصوف و ریاضت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی علمی، فکری، نظریاتی اور روحانی تعلیمات اور فیوضات کے حصول کے لیے طویل ریاضت درکار ہے۔ اس لیے کہ شیخ الاسلام ایک ایسے منفرد شیخ اور عبدِ صالح ہیں جو مستغرقِ شرابِ طہور اور مستغنیٰ دنیا و مافیہا ہیں؛ جو عالمِ مطمئنہ میں جود وسخاءِ قلبی کے باعث عطائے نظری، عطائے علمی، عطائے روحانی، عطائے الوہی اور عطائے مصطفوی ﷺ کے جام بھر بھر کر پلاتے ہیں۔ لہٰذا جو طالب؛ عشق و معرفتِ حقیقی کا پیالہ اپنی وسعتِ حلق میں اتار لیتا ہے، وہی اِن علمی و روحانی فیوضات سے اکتسابِ فیض کرتا ہے اور شیخ الاسلام کے فلسفۂ عشق اور علم کی گہرائی اور وسعت کو پاجاتا ہے، تاہم شرطِ لازم طالب کی وسعتِ طلبی ہے۔ برتنِ طلب اور جستجو جتنی وسیع ہوگی، عطا کی وسعت اتنی ہی ہوگی۔

قارئین کرام! یاد رہے کہ میرے منطقی خیال اور جدید علمی نظریاتی اصطلاح کے مطابق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی علمیت اور روحانیت کے الماس ہشت پہلو ہیں۔ میں انھیں ''الماس'' کے لقب سے اس لیے ملقب کررہا ہوں کہ الماس عربی زبان میں بیش قیمت اور نایاب ہیرے کو کہتے ہیں۔ میری تحقیق اور علم کے مطابق الماس قدرتی طور پر زمین میں تقریباً 99 (ننانوے) میل گہرائی میں معدنی و عنصری مرکبات کی صورت میں خاص خدائی کرشمہ سازی کا عملی ظہور ہے۔ یہ آتش فشاں کی تہہ میں واقع ہوتا ہے اور جب آتش فشاں شدتِ حدت کے باعث پھٹتا ہے اور آگ کے شعلے اور پہاڑ کے ریزے آسمان کی بلندیوں کو چھوتے ہیں تو اِسی عملِ آتش فشانی کے باعث الماس اپنی سطحِ زیریں سے دھیرے دھیرے مرتفاع اور بلندی اختیار کرتا ہوا دامنِ فرش کی زینت بنتا ہے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ الماس ہر جوہری کی دسترس اور پہچان سے بالاتر ہوتا ہے۔ صرف خداداد صلاحیتوں کا حامل ہی

الماس شناس ہوتا ہے اور اسے حاصل کر پاتا ہے۔ کوئی بے قدرا اگر اسے حاصل کر بھی لے تو کم عقلی اور کم فہمی کے باعث اس نعمت کو جلد کھو دیتا ہے لیکن مشاقِ الماس نہ صرف اسے حاصل کر پاتا ہے بلکہ محبت سے اسے نزاکت و نفاست کے ہنر سے تراشتا ہے اور اس کی مطلوب شان کو تمکنت اور مرتفاعی کے ساتھ بڑے سلیقے اور خاص قرینے سے منصۂ شہود پر جلوہ نما کرتا ہے۔ پھر دھیرے دھیرے پوری خلقت الماس کی چکا چوند چمک و دمک اور اہمیت و اصلیت کی نہ صرف معترف ہوتی ہے بلکہ فقط دیدار اور اس کی قربت اختیار کرنے کو ترستی ہے۔ الماس کی اہمیت و فوقیت کسی زمانے میں بھی ماند نہیں پڑتی۔ جس خطۂ ارضی پر واقع ہو، پوری دنیا کی نظریں اس الماس پر ہوتی ہیں۔

الماس کے متعلق ان تمام باتوں کا نقطۂ دانش یہ ٹھہرا کہ الماس مقدر سے ملتا ہے۔ مقدر لوحِ محفوظ پر تو ہے مگر یہاں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لیے پاکیزہ طلب اور جستجو کے ساتھ بیدار قلوب و اذہان کی ضرورت ہے۔

مجددِ رواں صدی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ ہمارا وہ مقدر اور الماسِ معرفت و دانش ہیں جن کی نہ صرف عالمِ اسلام بلکہ عالمِ انسانیت کو بھی اشد ضرورت ہے، اس لیے کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار ہونے کی بناء پر دنیا بھر میں امن و سلامتی کے فروغ کے لیے اِن کی کاوشیں اپنی مثال آپ ہیں۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی و روحانی مقام کے چند مزید گوشے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے علمی و روحانی مقام کے 14 مختلف پہلوؤں کا مطالعہ ہم گذشتہ تحریر (شائع شدہ ماہنامہ منہاج القرآن ماہ اگست 2021ء) میں کر چکے ہیں۔ مزید علمی و روحانی گوشوں کو ذیل میں بیان کیا جارہا ہے:

۱۵۔ فطری ذوقِ لطافت اور نفاستِ طبعی

قدرتِ الٰہیہ نے شیخ الاسلام کی فطرت میں نفاستِ طبعی اور ذوقِ لطافت ودیعت کر رکھا ہے۔ قدرتِ کاملہ کے کائنات میں پھیلے عظیم نظارے اپنی لطافتِ طبعی اور ذوقِ فطری کے باعث شیخ الاسلام اپنی روح میں مقید فرما لیتے ہیں اور لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔ یہ ذوق آپ کی طبیعت میں معصوم بچپن سے تھا جو آج اپنی معراج پر ہے۔ دنیا میں مختلف ممالک میں اپنی علمی اور تحریکی مصروفیات میں سے قدرتی نظاروں کے لئے وقت بھی نکالتے ہیں۔

اسی طرح تمام معاملات خواہ وہ روحانی ہوں یا علمی و نجی، ان میں سلیقہ شعاری اور نفاستِ طبعی نمایاں اور ہمیشہ نظر آتی ہے یعنی کہ آپ کی زندگی لطافتِ فطری اور نفاستِ طبعی کا حسین سنگم ہے۔

۱۶۔ لامحدود علمی دسترس کا اعتراف

میری نظر میں شیخ الاسلام کو حاصل لامحدود علمی دسترس کا اعتراف قدرت کی خاص عطا ہے۔ آپ پر نظریاتی تنقید اور فقہی اختلاف تو ہوسکتا ہے لیکن علم وفکر اور فلسفہ زندگی پر آپ کی بے پناہ دسترس ہونے پر بین الاقوامی سطح پر نہ صرف تمام کا اتفاق ہے بلکہ اعتراف ہے۔ بے شک یہ بھی آپ کی علمی کرامت گردانی جائے گی۔ علمی وسعتِ نظری کا یہ عالم ہے کہ گزری چودہ صدیوں پر مکمل علمی گرفت و دسترس ہونے کے ساتھ ساتھ علمی وسعتِ نظری کے تحت آنے والی صدیوں کے تقاضوں پر بھی تعمق حاصل ہے اور دور اندیشی کارفرما رہتی ہے۔ میری نظر میں یہ عمل روحانی خداداد وسعتِ نظری کا عکاس اور آئینہ دار ہے۔

۱۷۔ راہ نوردِ شوقِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ جیسے راہ نوردِ شوقِ دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کو رب تعالیٰ اپنا دوست چن لیتا ہے۔ کب اور کیسے؟ یہ انہیں بھی خبر نہیں ہوتی۔ ایسی شخصیات بیک وقت محبوبِ الٰہی اور محبوبِ حبیب کبریا ﷺ ہوا کرتی ہیں۔

۱۸۔ الماسِ علمیت

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے قلم کی نوک انسانوں میں انسانیت کو پیدا کرنے کا سبب ہے۔ شیخ الاسلام آہِ فغانِ نیم شبی فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادری میں کی گئی

دعائے مقبول کا ثمر اور ماحصل ہیں جو تا قیامت ان کی کرامتِ قلندرانہ بن کر آسمانِ دنیا پر ضوفشانی کرتی رہے گی۔

۱۹۔ دورِ حاضر کے حکیم الامت اور خطیبِ دہر

فضیلت مآب، مجتہدِ اعظم، مجددِ رواں صدی ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ دورِ حاضر کے خطیب، مصلحِ اُمتِ محمدیہ، عاشقِ مصطفیٰ اور حکیم الامت ہیں۔ موجودہ دور اور ماضی قریب و بعید میں بھی اگر نگاہ دوڑائی جائے تو علم، فکر، خطابت، اصلاحِ احوال اور امت کے اجتماعی مسائل کی تشخیص کے لیے ان جیسی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔

۲۰۔ اسلاف کے علمی فیضان کے امین

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ سامراجی اور طاغوتی قوتوں کے لئے ایک سیسہ پلائی دیوار ہیں۔دورِ حاضر میں بے شمار عالمی فتنوں نے جنم لیا تو قادری قلندرِ حق عزت مآب شیخ الاسلام نے اسلاف کے علمی و روحانی فیضان کے حقیقی وارث اور امین کے طور پر علمی ضرب کاری سے فتنوں کا قطعی طور قلع قمع کیا اور بے شک اس محاذ پر شیخ الاسلام کی فتح سلف صالحین کے فیضان اور توجہات کے سبب ہے۔

۲۱۔ دہشت گردی کے خلاف مؤثر آواز

دہشت گردی کے زہریلے اژدھا کی سرکوبی کا سہرا بھی شیخ الاسلام کے سر ہے۔ دہشت گردی کے خلاف عالمی نوعیت کا ضخیم فتویٰ اسلام پر حملوں کے خلاف سیسہ پلائی دیواروں پر مشتمل ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔جس کی فلک بوس علمی فیوضاتی فصیلوں نے کئی صدیوں پر مشتمل خارجی حملوں سے علمی تحفظ کی ضمانت فراہم کردی ہے۔ یہ بھی شیخ الاسلام کی علمی و روحانی کرامت ہے۔

۲۲۔ احیاء اسلام کے علمبردار

شیخ الاسلام نے عالمی سطح پر نہ صرف اسلام کی دھندلی تصویر روشن کی بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ضرورت سے عالمِ اسلام کو روشناس کرایا اور تصویرِ اسلام میں قرآن اور سنت نبویﷺ کے سبھی رنگ مزین کردیئے ہیں۔ شاید! شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ جیسی دانشور روحانی اور علمی قیادت صدیوں تک میسر نہ آئے۔ آئندہ صدیوں کا متوقع خلاء بھی آپ کی کرامتی و روحانی شخصیت کے مدِنظر رہتا ہے۔ لہذا اس کا تدارک بھی آپ قرآن اور سنت کی روشنی میں فرماتے رہتے ہیں۔ یہ دور اندیشی بھی فطرتی طور پر میری نظر میں روحانی کرامت ہی تصور ہوگی۔

۲۳۔ نگاہِ مومنانہ کی تاثیرِ خاص

شیخ الاسلام جیسے کاملین کی اپنے کسی رفیق و کارکن پر ایک نگاہِ عاطفت اسے روحانی طور پر اعلیٰ منازل سے روشناس کر دیتی ہے۔ شیخ الاسلام کی علمی، روحانی، طلسماتی شخصیت کے باعث آپ کے ساتھ جو حقیقی و وصفی طور وابستہ ہوگیا، وہ سونا بن گیا۔حقیقتاً یہ بھی آپ کی روحانی کرامت ہے۔

۲۴۔علمِ لدنی کے حامل

علمِ غیب فقط رب تعالیٰ کی دسترس میں ہے اور اسی کا خاصہ ہے۔ تاہم وہ جسے چاہے اور جب چاہے اپنے فضل سے علمِ لدنی کی خیرات سے نواز دے کیونکہ وہ قادر مطلق ہے۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ اس خیرات کے وصول کنندگان میں سے ایک ہیں جو فضلِ ربی سے علمِ لدنی سے نوازے گئے ہیں۔ آپ کی شخصیت میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ اور کبار صوفیاء کرامؒ کے فیوضات کا رنگ صاف جھلکتا دکھائی دیتا ہے۔

۲۵۔ اولیاء کرام رحمہم اللہ کے وارثِ حقیقی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ جیسے اولیائے کرام خالق کائنات اپنی خاص حکمت اور منشا ایزدی کے تحت وقتِ مقررہ پر زمینِ دنیا پر تخلیق فرماتا ہے کیونکہ اولیائے کرام اور علمائے عظام ہی انبیاءؑ کے بعد دین کے حقیقی وارث ہیں اور شیخ الاسلام یہ فریضہ بطریقِ احسن نبھا رہے ہیں۔

۲۶۔ قربتِ الٰہیہ اور قربتِ رسالت ﷺ سے فیضیاب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے نزدیک خدا

اور رسول اکرم ﷺ کا منظورِ نظر بننے کے لیے درست سمت کا تعین اور اعلیٰ اخلاق کا ہونا لازم عمل ہے۔ لہٰذا قبلہ شیخ الاسلام کے ''اعلیٰ اخلاق حسنہ'' غلبۂ اسلام کی اس عالمی تحریک کی نصرت وکامرانی کی کلیدِ ضمانت ہیں۔

۲۷۔ رب تعالیٰ کے فضلِ خاص کے امین

جس پر خالقِ کائنات اپنا خاص فضل یعنی کہ علمِ لدنی ودیعت کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو فرشتوں کو حکم فرما دیتا ہے کہ میرا خاص فضل اور کرم کی خیرات فلاں کو عطا کر دو اور پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ربِ محمد عالمِ خفی کے پردے اپنے فضل سے جب اور جس سے چاہتے ہیں، اُٹھا دیتے ہیں۔ فقط اس کے لیے جستجوئے صادق اور قلبِ مصفٰی ومطہر ہونا شرطِ اول ہے۔ اسی وصف کے باعث شیخ الاسلام اللہ تعالیٰ اور رسالت مآب ﷺ کے خصوصی کرم سے نوازے گئے ہیں۔

۲۸۔ قلبِ اطہر میں موجزن دو سمندر

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کے قلبِ منتخب میں خالق نے بیک وقت معرفت کے دو سمندر رواں کر دیے ہیں: ایک بحرِ خشیتِ الٰہی اور دوسرا بحرِ عشقِ حبیبِ خدا ﷺ ہے۔ یہ بھی فضلِ ربی کے باعث آپ کی روحانی کرامت ہے۔

۲۹۔ مصفیِ قلوب و اَذہان شخصیت

رب کائنات نے لاریب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کو قلبِ مصفٰی عطا فرمایا ہے اور آپ لاکھوں وابستگان اور ہدایت یافتگان کے لئے مصفیِ قلوب و اذھان ہیں اور انہیں اپنی علمی اور روحانی کرامت سے مستفیض فرما رہے ہیں۔

۳۰۔ اہلِ بیتِ اطہارؓ، حضور غوث الاعظمؒ اور امام اعظمؒ کے فیوضات کے امین

میری دانست کے مطابق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ پر باقاعدگی کے ساتھ روحانی فیوضات اَہلِ بیتِ اَطہار علیہم السلام اور دیگر صوفیاء کرام کے توسط سے اور فقہی وعلمی مکاشفات امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ کرام کی بارگاہ سے منکشف ہوتے رہتے ہیں اور شیخ الاسلام یہ علمی و روحانی فیض ہمہ وقت نہ صرف وابستگانِ تحریک بلکہ اُمتِ محمدیہ کے لیے عام کیے ہوئے ہیں۔

۳۱۔ عالمِ استراحت میں چشمِ روحانی کی بیداری

معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالمِ استراحت میں بھی علم ومعرفت کے گوہر نایاب تلاش کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ سوتے میں بھی آپ کی روحانی آنکھ بیدار رہتی ہے۔ یہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور اس کا عملی طور پر اکثر رونما ہونا آپ کی علمی و روحانی زندگی کا تسلسل ہے اور یہ آپ کی علمی اور روحانی کرامتِ خاص بھی ہے۔

۳۲۔ القائے قلبی

میری دانست میں فرشتوں کے ذریعے شیخ الاسلام جیسے اولیاء کو القاء اور روحانی بھید منکشف ہوتے رہتے ہیں کیونکہ حق گوئی اور علمِ نافع اللہ تعالیٰ فرشتے کے ذریعے ہی قلب میں القاء فرماتا ہے جبکہ لغویات اور شر و شیطنت انسان کے دل میں ابلیس کے چیلے ڈالتے ہیں۔

۳۳۔ علمی الہامی انکشافات کا عکسِ عظیم

یہ میرا ذاتی مشاہدۂ عشق ہے کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ پر اکثر رات عالمِ استراحت میں علمی و روحانی فیوضات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ ایسی کیفیت میں آپ اچانک بیدار ہو جاتے ہیں اور چپکے سے اپنے study room میں تشریف لے جاتے ہیں اور لگتا ہے کہ تحریر کا سلسلہ وہیں سے شروع فرماتے ہیں جہاں سے منقطع ہوا تھا۔ یاد رہے کہ یہ کیفیتِ مخصوصہ اولیائے کشفی پر اکثر وارد ہوا کرتی ہے۔

۳۴۔ غذاءِ روح

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ کی روح کی غذا فقط ذکر اور علم ہے۔

۳۵۔ روحانی کرشمہ سازی

غیر نبی ہونے کے باعث اولیائے کرام پر وحی تو قطعاً نہیں اترتی، یہ ایمان کامل ہے۔ تاہم القاء اور کشف حالتِ روحانی

روحانی زندگی کا خاص کرشمہ ہے اور کرامت ہے۔

حاصلِ کلام

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ جیسی سحر انگیز علمی اور روحانی شخصیت کا فیض صرف موجودہ صدی تک نہیں بلکہ آئندہ کئی صدیوں تک جاری و ساری رہے گا۔ اس لیے آپ کو صدیوں پر محیط شخصیت کہنا بے جا نہ ہوگا۔ خالقِ کائنات نے شیخ الاسلام کو ایک خالص علمی، فکری اور روحانی مقام اور متعدد نعمت ہائے عظمیٰ سے نواز رکھا ہے۔ میری نظر میں منجملہ علمی، روحانی اوصافِ کریمانہ کی ودیعت خاص فضلِ باری تعالیٰ اور عنایتِ آقائے دو جہاں ﷺ ہی ہے۔ خالقِ کائنات کی اتباع، پیرویِ انبیاء علیہم السلام، سنتِ رسول اللہ ﷺ کی متابعت، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے شیخ الاسلام کو راہِ حق میں شدید مشکلات کا سامنا بھی رہا ہے لیکن تسلیم و رضا، خندہ پیشانی، عزمِ مصمم اور ثابت قدمی سے شیخ الاسلام ہر امتحان و آزمائش میں سرخرو ہوئے۔ یاد رکھیں! کسی مصفیٰ، باعمل، پاک دامن، عبدِ صالح کو متعدد علمی، فکری اور روحانی کرامات سے نوازا جانا فقط کرمِ الٰہی اور نظرِ مصطفیٰ ﷺ کا خاصۂ خاص ہے اور یہ تحفہ اور نعمت صرف اعلیٰ ظرفی اور صبر و شکر کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دینِ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے علمبردار شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے افکار و تعلیمات کو سمجھنے، ان پر عمل کرنے اور ان کی ترویج و اشاعت کے لیے شب و روز محنت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، نیز شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے علمی و روحانی مقام کو سمجھنے کے لیے دلِ زندہ اور دیدۂ بینا عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سیدالمرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

اظہارِ تعزیت

گذشتہ ماہ محترم محمد شمعون اصغر (راوی روڈ لاہور) کی والدہ، محترم راجہ ظفر خان (پنڈ بیگو وال۔ اسلام آباد)، محترم ابرار رضا ایڈووکیٹ (صدر PAT کیپیٹل زون اسلام آباد) کے بہنوئی، محترم محمد وسیم مرزا (صدر TMQ گولڑہ بیلٹ) کے والد، محترم خالد محمود سعیدی (ناظم منہاج القرآن علماء کونسل شیخوپورہ) کے دو چچا اور چچی، محترم محمد منشا غفاری (حافظ آباد)، محترم ملک محمد سلطان (ضلعی صدر تحریک حافظ آباد) کے بھائی محترم ملک محمد یعقوب، محترم حافظ کمال الدین (حافظ آباد) کے والد محترم محمد اسلم، محترم محمد ایوب رحمانی (ضلعی جنرل سیکرٹری PAT حافظ آباد) کے بہنوئی، محترم حاجی شوکت حسین ظفر بھٹی (سابق ناظم و صدر تحریک حافظ آباد) کی بیوی، محترم حافظ عبدالرزاق قادری (حافظ آباد) کی ہمشیرہ، محترم میاں محمد قاسم (ضلعی ناظم مالیات حافظ آباد) کے بہنوئی، محترم جابر حسین طاہر (صدر TMQ پی پی 120 ٹوبہ) کے والد، محترم علامہ ساجد نیاز منہاجین (گوجرہ) کی والدہ، محترم محمد رمضان اکرم (نائب صدر TMQ پی پی 118) کے بڑے بھائی، محترم مہر مشتاق (صدر TMQ پی پی 118 نواں لاہور) کے کزن، محترم محمد اشرف گجر (سرپرست TMQ پی پی 118 نواں لاہور) کے کزن، محترم لیاقت مغل (نواں لاہور)، محترم محمد صدیق بھٹی (ناظم پی پی 118) کے کزن، محترم محمد شاہد فاروق (ضلعی ناظم TMQ ٹوبہ ٹیک سنگھ) کا کم سن پوتا، محترم میاں طارق محمود (PAT فیصل آباد) کی ممانی جان)، محترم محمد افضل (بھوانہ۔ چنیوٹ) کے والد محترم غلام جعفر قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

کلماتِ حکمت

مخلوق خدا کے درد کو محسوس کرنا نعمت ہے

مردِ خدا نے جانِ جان آفرین کے سپرد کرتے ہوئے کہا عیش و آرام کی زندگی دھوکہ ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی کتاب ''توبہ و استغفار'' سے اقتباس

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی اپنے شیخ حضرت ابو اسماعیل عبداللہ بن ابی منصور کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اپنے وقت کے مردِ کامل حضرت شیخ ابوللیث اوائل عمر میں ایسے مردِ درویش نہ تھے، عام لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے تھے تاہم اولیائے کرام سے محبت ضرور رکھتے تھے۔ایک بار کسی ضروری کام کی غرض سے آبادی سے باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ لمبی مسافت سے بچتے ہوئے ایک ایسا راستہ اختیار کیا جو ایک قبرستان میں سے ہو کر جاتا تھا، جسے عموماً استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ جب وہ قبرستان کے درمیان پہنچے تو دیکھا کہ ایک تازہ قبر کے قریب ایک خاتون بیٹھی اہلِ قبر کو پکار رہی ہے کہ اے ماں کی جاں! اے ماں کے اکلوتے! اے میرے لال! وہ بیوہ خاتون اپنے جواں سال بیٹے کی ناگہانی موت پر اپنے غم کا اظہار کچھ ایسے درد بھرے لہجے میں کررہی تھی کہ جس میں دکھ اور کرب کا ایک سمندر پنہاں تھا۔ اُن سے اس ماں کا یہ دکھ برداشت نہ ہو سکا اور ایسا گریہ طاری ہوا کہ ان پر ایک حال وارد ہو گیا۔ بڑی دیر تک ایک بیوہ ماں کے درد بھرے کلمات نے انہیں بے قرار اور دل گیر کئے رکھا۔ رات جب سوئے تو خواب میں ہاتفِ غیبی نے آواز دی کہ جو اللہ کی مخلوق کا درد اپنے دل میں رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں اپنا درد ڈال دیتا ہے۔ چنانچہ یہ واقعہ اللہ کے حضور ان کی توبہ کا باعث بنا۔

حضرت شیخ الاسلام ابواسماعیل اس پر فرماتے ہیں کہ اخلاص کے مقام پر رونے میں لذت پانا دراصل رونے کی قیمت اور نفع ہے۔ حضور نبی اکرم رؤف و رحیم ﷺ کی امت کے درد کو دل میں محسوس کرنا، آپ ﷺ کی امت کے رنج و الم پر دل گیر ہونا اور ان کی مشکلات کے حل میں کوشاں ہونا اتنی بڑی نعمت ہے کہ انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

خلیفہ ہارون الرشید کے تائب بیٹے کی داستانِ حیات

ہارون الرشید خاندان بنوعباس کا ایک نامور حکمران ہو گزرا ہے۔ اس کا سترہ سالہ بیٹا درویشوں سے بہت محبت کرتا تھا۔ اللہ کے عاشقوں اور دیوانوں کی صحبت کے زیر اثر تائب ہو کر شاہانہ بود و باش سے کنارہ کش ہو گیا۔ دنیا کی حقیقت اس پر بے نقاب ہو گئی تھی۔ وہ اہل قبور سے خطاب کرتا کہ اے اہلِ قبور! اس دنیا کے دھوکے نے تمہارے ساتھ کیا کیا عیاری کی؟ اب یہی عیاری دنیا ہمارے ساتھ کر رہی ہے! اور یوں وہ خطاب کرتا کرتا بے ہوش ہو جاتا۔

اسی کیفیت میں ایک دن وہ اپنے والد کے دربار میں چلا گیا۔ بادشاہ نے کہا: بیٹے تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ کیوں دیوانوں کی طرح پھرتا ہے اور مجھے ذلیل کرتا ہے۔ اس پر بیٹے نے باپ کے شاہی محل کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہا اور خود بصرہ کے جنگلوں میں چلا گیا۔ وہیں پہاڑوں اور جنگلوں میں روتا پھرتا اور اللہ کے حضور مجسم مناجات بنا رہتا۔ گزر اوقات کے لئے جہاں مزدور بیٹھتے وہاں کبھی کبھی چلا جاتا تاکہ محنت کر کے کھانا کھا سکے۔ اپنے وقت کا خوب صورت جوان تھا۔ چنانچہ اس کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر ہر کوئی اسے مزدوری کے لئے پسند کرتا۔

ایک بار حضرت شیخ ابو طاہر کو مکان کی دیوار کی تعمیر کے

سلسلے میں مزدور کی ضرورت تھی۔ شیخ نے اس کی ظاہری وضع قطع دیکھ کر اسے مزدوری کے لئے پسند کر لیا۔ شام کو جب انہوں نے دیکھا کہ اکیلے اس ایک مزدور کا کام دس مزدوروں کے برابر ہے تو باقی تعمیر بھی اس سے کروانے کا ارادہ کر لیا اور خوش ہو کر مزدوری ایک درہم کی بجائے دو درہم دینے چاہے تو اس نے صرف ایک درہم ہی لیا کیونکہ یہی اس کے ساتھ طے ہوا تھا۔ اس ایمان داری پر وہ اس سے بہت متاثر ہوئے۔

اگلے روز دوبارہ اسے لینے کو پہنچے تو اسے غیر حاضر پایا۔ مزدوروں نے بتایا کہ اب وہ ہفتہ کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابو طاہر اسی کے منتظر رہے۔ ایک ہفتہ بعد جب وہ جوان مزدوری کے لئے آیا تو یہ اسے اپنے گھر لے گئے اور چھپ کر دیکھنے لگے کہ اس قدر تیزی سے یہ کیسے کام کرتا ہے؟ وہ یہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے کہ نوجوان نے ابھی ایک اینٹ ہاتھ میں پکڑی ہی تھی کہ ساری دیوار خود بخود بننے لگی۔ ساری بات سمجھ گئے۔ اس سے کہنے لگے: اے مردِ حق! تم ہم سب پر بازی لے گئے اور اس کی خدمت میں تین درہم پیش کئے لیکن اس نے ایک درہم ہی لیا اور چلا گیا۔

ہفتہ بعد جب دوبارہ اس کی تلاش میں نکلے تو اس کو کہیں نہ پایا۔ شیخ ابو طاہر سمجھ گئے کہ کسی ویرانے میں ہوگا۔ بالآخر اس کو بڑی تلاش کے بعد پا لیا۔ آپ نے پوچھا: آج مزدوری پر کیوں نہیں آئے تو نوجوان نے کہا: اب راز کھل گیا ہے، مزدوری کے قابل نہیں رہا۔ نوجوان کی خشیتِ الٰہی میں آہ و بکا کرتے سانس اکھڑ چکی تھی۔ چہرے پر نور کا ہالہ موجزن تھا۔ یہ سمجھ گئے کہ عاشقِ صادق اب اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کرنے والا ہے۔ اس کا سر اپنی گود میں رکھ لیا۔ نوجوان نے کہا: میری دو باتیں سن لیں: ایک یہ قرآن ہے اور ایک انگوٹھی۔ یہ دونوں میں گھر سے اللہ کی راہ میں چلتے ہوئے لے آیا تھا۔ یہ دونوں خلیفہ ہارون الرشید کو دے دینا اور کہنا کہ ایک مرتے ہوئے مسکین نے انہیں آپ کے لئے بھیجا ہے۔ یہ کہہ کر اس نوجوان نے شیخ ابوطاہر سے کہا کہ اے دوست! اس چار روزہ عیش و آرام کی زندگی کے دھوکے میں نہ آنا۔ لوگ اصل زندگی کو بھول گئے ہیں۔ ہم سب نے رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے، جب بھی کسی جنازہ کو لے کر قبرستان جاؤ تو سمجھ لو کہ اس سے اگلا جنازہ تمہارا ہی اٹھنے والا ہے۔ تیرا یہ ساتھی اب اس دنیا سے جا رہا ہے۔ یہ کہا اور روح پرواز کر گئی۔ اسے اس کی نصیحت کے مطابق انہی کپڑوں میں دفن کرنے کے بعد شیخ ابو طاہر بادشاہ کے دربارہ میں پہنچ گئے تاکہ دونوں چیزیں حسبِ نصیحت اس کے سپرد کر دی جائیں۔

خلیفہ ہارون الرشید نے جونہی دونوں چیزیں اس سے وصول کیں تو رونے لگا۔ شیخ ابو طاہر کو تنہائی میں لے جا کہنے لگا کہ مجھے سارا واقعہ بیان کر۔ انہوں نے مزدوری سے لے کر وصال تک کا سارا حال بیان کیا۔ ہارون الرشید نے پوچھا: کیا تم نے اپنے ہاتھوں سے دفن کیا؟ شیخ نے کہا: ہاں، تو بادشاہ نے جھک کر اس کے دونوں ہاتھوں کو چوما اور زار و قطار روتا ہوا گر پڑا۔ رات کو خواب میں بیٹے کو دیکھا کہ نور کے قبہ پر بیٹھا ہے۔ پوچھا: بیٹا تجھ پر کیا بیتی؟ کہاں رہتے ہو؟ کہنے لگا: ابا جان! اچھا وقت گزر رہا ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے قرب میں ٹھہرا رکھا ہے۔ ہر روز مجھے فرماتا ہے: جوان میں تجھ سے راضی ہوں۔ میری قربت میں آ جا۔ ❁❁❁❁❁

انتقالِ پُر ملال

گذشتہ ماہ مرکزی سیکرٹریٹ پر خدمات سرانجام دینے والے درج ذیل احباب کے اعزہ و اقارب انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆محترم محمد عارف طاہر (انچارج مرکزی سنٹرل سٹور) کے والد محترم

☆محترم انجینئر آصف رمضان (ڈپٹی ڈائریکٹر تعمیرات) کی ہمشیرہ

☆محترم محمد علی قادری (سینئر ریسرچ سکالر FMRi) کی خوشدامن

☆محترم محمد رضا طاہر (مرکزی سوشل میڈیا آفس) کے خالو جان

☆محترم چوہدری محمد اشرف (ڈرائیور میڈیا آفس) کی والدہ محترمہ

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران اور کارکنان تحریک نے مرحومین کے انتقال پر گہرے غم و رنج کا اظہار کرتے ہوئے مغفرت و بلندی درجات کی خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

اِظہار تشکر و اِمتنان

(محمد شفقت اللہ قادری؛ سینئر ریسرچ اسکالر فریدِ ملّت رِیسرچ اِنسٹی ٹیوٹ)

کائناتِ اِنسانی کا یہ اُصول ہے کہ جو شکر بجا لاتا رہتا ہے، وہ مُنعَم ہوتا جاتا ہے۔ جس طرح خالقِ اَرض و سماء نے ہر شے اور کام میں مختلف درجات رکھے ہیں، اُسی طرح شکر کے بھی مراتب ہیں۔ اس کا آغاز مخلوق سے ہوتا ہے اور خالق تک پہنچتا ہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے فرمان عالی شان کے مطابق جو اِنسانوں کا شکر بجا نہیں لاتا، وہ ربِ دو جہاں کا بھی شکر گذار نہیں ہوسکتا۔ اِس کا دوسرا رُخ یہ بھی ہے کہ جب کسی فرد پر کوئی مصیبت اور آزمائش آن پڑے تو اُس کے سرپرست اور محبین و وابستگان اسے پریشاں حال دیکھ کر اُس سے بھی زیادہ مغموم ہوجاتے ہیں اور دفعِ مشکلات کے لیے اپنے تئیں بھرپور مساعی بروئے کار لاتے ہیں، بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہوکر دست بہ دعا ہو جاتے ہیں کہ یا اللہ! ہمارے بھائی کی مشکل کُشائی فرما، اِسے بیماری سے نجات عطا فرما، اِسے صحتِ جاوداں سے نواز۔ حلقہ اَحباب اور تعلقات کے حدود و دوائر جتنے وسیع ہوں گے، مناجات بھی اُتنی ہی کثیر اور مؤثر ہوں گی۔ اِس کا اندازہ اور عملی مشاہدہ وہی کرسکتے ہیں جو اِس کیفیت سے گزرتے ہیں۔

یوں تو اَولیاء و اَتقیاء کی دعاؤں کی تاثیر اور چشم ہائے کرم کا عملی مشاہدہ میں بچپن سے کرتا آیا ہوں، لیکن یہاں حالیہ دنوں میں پیش آمدہ ایک خاص واقعہ کے تناظر میں ہدیہ تشکر بجا لانا مقصود ہے تاکہ حکمِ الٰہی کی بھی تعمیل ہو اور حکمِ رسول ﷺ کی بھی پیروی بھی۔ گزشتہ دنوں عید الاضحیٰ کے بعد طبیعت کچھ ناساز ہوئی تو گھر میں ہی عزلت نشین اور خلوت گزین ہوگیا۔ لیکن مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق بیماری میں شدت آتی گئی اور دیگر اَہلِ خانہ بھی علالت کا شکار ہوگئے۔ ہمارا حال تو یہ ہوگیا کہ آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا۔ کورونا جیسی نامراد بیماری تو پہلے ہی پورے گھر پر مسلط ہوگئی تھی، اِسی دوران میں مجھے دل شکستگی بھی لاحق ہوگئی اور عارضہ قلب کے سبب ہارٹ اٹیک ہوگیا۔ یہ وہ قیامت خیز وقت تھا جب لاہور جیسے بڑے اور گنجان شہر کے اسپتالوں میں میرے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ ایک طرف کورونا اور دوسری طرف ہارٹ اٹیک۔ اَمراضِ قلب کا کوئی اسپتال مجھے قبول کرنے کو تیار نہ تھا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے خاص لطف و کرم سے ہمارے شیخ، قائد، راہبر و راہ نُما حضور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہِ فیض سے اسپتال میں جگہ بھی مل گئی۔ اِنہی دنوں تین روز کے لیے سرگنگارام اسپتال کے آئی۔ سی۔ یو میں بھی داخل رہا جہاں ڈاکٹر مرزا ایوب بیگ صاحب نے خصوصی توجہ دی اور ہر لمحہ میرے علاج میں کوشاں رہے۔ ان کی مسیحائی اور تعاونِ بے حد کا میں انتہائی شکر گذار ہوں۔

ایک طرف یہ حالت کہ جب ڈاکٹر حضرات مجھے قریب نہیں پھٹکنے دے رہے تھے اور زندگی کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی تھی، تو دوسری طرف میرے شیخ اور مُربّی کے الطافِ عمیم اَبرِ کریم کی طرح مجھ پر برستے رہے اور وہ بذریعہ فون دن میں کئی کئی بار خصوصی دم فرماتے رہے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اِلتجائیں کی اور یوں ہم سب اَہلِ خانہ کے لیے بھرپور حوصلہ اور دِل جوئی کا ساماں کیا۔ مجھے یہ کہنے میں کوئی تامل نہیں کہ حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے مجھے اِس مرض میں لوحِ محفوظ سے زندگی کی خیرات لے کر دی ہے، وگرنہ میں تو عملاً سفرِ عدم کی تیاری کرچکا تھا۔ اِس خصوصی نگاہِ کرم پر شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ تاہم میں ڈاکٹر صاحبان اور پوری دنیا میں پھیلے تحریک منہاج القرآن کے رُفقاء اور کارکنان و وابستگان کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے اپنی دعاؤں میں اِس عاجز کو یاد رکھا اور ان سب کی دعاؤں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے مجھے حیاتِ نَو عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ تحریک منہاج القرآن، ہمارے قائد حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ اور اس مصطفوی مشن کے تمام وابستگان و محبین کو ہمیشہ سلامت رکھے اور عافیت عطا فرمائے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ) ❁❁❁❁

زیرِ سرپرستی شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری | زیرِ نگرانی ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز

(لاہور بورڈ سے الحاق شدہ)

آن لائن داخلہ جاری ہے

فرسٹ ائیر: میٹرک کے بعد ● بی ایس: فروری اور ستمبر میں

علوم شریعہ

- الشہادۃ الثانویہ
- الشہادۃ العالیہ
- الشہادۃ العالمیہ
- تخصص فی الفقہ

علوم عصریہ

- FA, ICS (BISE)
- Associate Degree Program (as per HEC guidelines)
- BS PROGRAM Islamic Studies, Arabic, Economics and Islamic Banking & Finance
- M.Phil / Ph.D Islamic Studies, Arabic, (From Minhaj University)

نمایاں خصوصیات

- علوم شریعہ اور علوم عصریہ کا حسین امتزاج
- قراءت، نعت، تحریر و تقریر پر خصوصی توجہ
- بہترین کمپیوٹر لیب و لائبریری
- پاکستان و بیرون ممالک تقرری کے مواقع
- اعلیٰ تعلیم یافتہ اور فارن کوالیفائیڈ فیکلٹی
- اخلاقی اور روحانی تربیت پر خصوصی توجہ
- سپورٹس کی بہترین سہولیات
- الازہر یونیورسٹی (مصر) میں سکالرشپ کے مواقع
- 80 فیصد سے زائد نمبرز حاصل کرنے پر فیس میں خصوصی رعایت

اعزازات

نقیب اعظم	فرسٹ پوزیشن ایف اے لاہور بورڈ 2017
اللہ وسایا	فرسٹ پوزیشن ایف اے لاہور بورڈ 2014
محمد آصف وٹو	فرسٹ پوزیشن تقریری مقابلہ جات پنجاب گورنمنٹ 2009
محمد الیاس	فرسٹ پوزیشن بی اے پنجاب یونیورسٹی 1997

پبلک سروس کمیشن میں متعدد مرتبہ نمایاں پوزیشنز

365-ایم ماڈل ٹاؤن لاہور 042-35166991 - 35171651
0300-2130056 | 0303-4825351

admissions.cosis@mul.edu.pk
www.cosis.edu.pk
COSISOfficial / JIMQ.Official

ONLINE Islamic Course

- Qur'an Reading
- Irfan-ul-Qur'an
- Translation of Qur'an
- Qira'at-ul-Qur'an
- Hifz-ul-Qur'an
- Hadith Learning
- Seerat-ul-Rasool
- Aqa'aid Learning
- Fiqh Learning
- Arabic Language
- Urdu Language

Short Islamic Training Course

Minhaj University Lahore

Chartered by Government of Punjab | Recognized by the HEC in W3 Category | Accredited by PEC

ADMISSIONS OPEN FALL 2021

100% Online Ready University

Admission Office is Open **7 Days** a Week

MORNING & WEEKEND PROGRAMS

ADP I Undergraduate I Postgraduate I Ph.D

ADP Programs — MORNING

Computer Science	Botany, Zoology & Chemistry	Accounting and Finance	Education
Computer Networking	Islamic Banking and Finance	Commerce	Arts
Web Design and Development	Human Resource Management	Mass Communication	English
Double Math & Physics	Business Administration		

BS Programs — MORNING

Chemical Engineering	Medical Lab Technology	Zoology	BBA
Software Engineering	Biochemistry	Political Science	Islamic Banking & Finance
Information Technology	Mass Communication	Sociology	Education
Computer Science	Library & Information Science	International Relations	History
Data Science	English	Mathematics	Pak Studies
Artificial Intelligence	Urdu	Statistics	Peace and Conflict Studies
Cyber Security	Chemistry	Economics	
Food Science & Technology	Physics	Accounting & Finance	
Human Nutrition and Dietetics	Botany	B.Com (4 Years)	

MS/M.Phil/MBA Programs — WEEKEND

Computer Science	Urdu	Mathematics	MBA (Executive)
Food Science & Technology	Chemistry	Statistics	Islamic Banking & Finance
Biochemistry	Physics	Economics	Education
Clinical Nutrition	Botany	Accounting & Finance	History
Mass Communication	Zoology	Theology & Religious Studies	Pak Studies
Library & Information Science	Political Science	Peace & Counter Terrorism Studies	Criminology & Criminal Justice System
English (Linguistics)	Sociology	Management Sciences	
English (Literature)	International Relations	MBA (Professional)	

Post Graduate Diploma

Halal Standards and Management Systems
Peace & Counter-Terrorism Studies

Ph.D Programs — WEEKEND

Library & Information Science	Economics	Education
International Relations	Mathematics	Urdu
Political Science		

APPLY ONLINE https://admission.mul.edu.pk/

Scan QR Code

Main Campus, Madar-e-Millat Road, Near Hamdard Chowk, Township, Lahore

Universal Access Number (UAN)
03 111 222 685
042 35145621-4 Ext # 320, 321

www.mul.edu.pk
admission@mul.edu.pk
MinhajUniversityLahore
officialMUL